سیرت
حضرت امیر معاویہ

رضی اللہ تعالیٰ عنہ

مولانا محمد نافع مدظلہ

www.KitaboSunnat.com

دار الکتاب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

معزز قارئین توجہ فرمائیں!

کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب ....

- عام قاری کے مطالعے کے لیے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد آپ لوڈ (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کی خاطر ڈاؤن لوڈ، پرنٹ، فوٹوکاپی اور الیکٹرانک ذرائع سے محض مندرجات نشرواشاعت کی مکمل اجازت ہے۔

☆ تنبیہ ☆

- کسی بھی کتاب کو تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔
- ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی و شرعی جرم ہے۔

﴿اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں﴾

- نشرواشاعت، کتب کی خرید وفروخت اور کتب کے استعمال سے متعلقہ کسی بھی قسم کی معلومات کے لیے رابطہ فرمائیں۔

kitabosunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

سیرت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

(حصہ دوم)

الموسوم بہ

جواب المطاعن

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سیرت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

جواب المطاعن

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فہرست تمہید برائے جواب المطاعن

- صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مقام اور صحبت نبوی کا شرف اور فضیلت ۴۵۲
- بدگوئی اور بدزبانی کرنے والے کا حکم ۴۵۵
- مندرجات بالا کی روشنی میں ایک تاریخی جائزہ ۴۵۹
- کثرت اعتراضات کے وجوہ ۴۵۹
- نفسیاتی ضابطہ ۴۶۰
- تاریخ کے راویوں کا نظریاتی کردار ۴۶۳
- بعض قواعد وضوابط ۴۶۴
- ایک اصول (متعلق معصومیت) ۴۶۵
- طاعنین کی اصناف واقسام ۴۶۶
- ایک معذرت ۴۶۷

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تمہید برائے جواب المطاعن

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على امام الرسل وخاتم النبيين وعلى ازواجه وبناته واله واصحابه واتباعه اجمعين

بندۂ ناچیز محمد نافع عفا اللہ عنہ کی طرف سے یہ گزارش کی جاتی ہے کہ ''سیرت امیر المومنین سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ'' کی تالیف کے بعد امیر المومنین سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر لکھنے کا قصد کیا ہے۔ اس تالیف کے دو حصے تجویز کیے ہیں ایک حصہ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے سوانح حیات، سیرت، ان کے کردار واخلاق اور ان کی اسلامی خدمات وغیرہ پر مشتمل ہے۔ اور دوسرا حصہ موصوف پر تجویز کردہ اعتراضات اور وارد کردہ مطاعن کے جوابات پر مشتمل ہے۔ ان کی سیرت کا حصہ علیحدہ مرتب کیا گیا ہے جب کہ جواب المطاعن کا حصہ الگ تجویز کیا گیا ہے۔ جواب المطاعن میں اکتالیس کے قریب مشہور مشہور اعتراضات و مطاعن کے جواب دیے گئے ہیں۔ (بعونہ تعالیٰ)

كتاب لو تامله الضرير۔ لعاد كريمتاه بلا ارتياب یعنی یہ وہ کتاب ہے کہ اگر نابینا بھی اس پر غور کرے تو بے شک اس کی دونوں آنکھیں بینا ہو جائیں۔

ناظرین کرام کی خدمت میں اطلاعاً ذکر ہے کہ جوابات المطاعن پہلے مرتب کیے گئے ہیں جب کہ سیرت وسوانح امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا حصہ بعد میں ترتیب دیا گیا ہے۔

اب بطور تمہید کے چند امور پہلے ذکر کیے جاتے ہیں اس کے بعد مطاعن کے جوابات حسب استطاعت پیش خدمت ہوں گے (ان شاء اللہ تعالیٰ)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مقام اور صحبت نبوی کا شرف اور فضیلت

جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مقام اور ان کے فضائل قرآن مجید میں بے شمار مواقع پر موقع بہ موقع مذکور ہیں۔ مدح صحابہ رضی اللہ عنہم کے مسئلے کو قرآن نے بڑی شرح و بسط کے ساتھ بیان کیا ہے جیسا کہ علمائے کرام پر واضح ہے اور ان میں کوئی اچھے اور بڑے کی تقسیم نہیں ہے۔ اسی طرح احادیث میں بھی اس جماعت خیر کا شرف اور فضیلت بہت مواقع پر منقول ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فضائل ومناقب کی تفصیلات کا یہ موقع نہیں ہے لیکن یہاں اثبات مسئلہ کے لیے بعض روایات پیش کی جاتی ہیں اور چند اقوال اکابرین ملت کے درج کیے جاتے ہیں، جن سے صحابہ کرام

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رضی اللہ عنہم کا مقام فضیلت نمایاں طور پر ثابت ہے۔

① جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ:

((لا تسبوا اصحابی ولو انفق احدکم مثل احد ذهبا ما بلغ مد احدهم ولا نصیفه۔ او کما ذکر فی الحدیث))[1]

''یعنی میرے اصحاب کے متعلق برائی سے کلام مت کرو۔ (ان کا مقام و مرتبہ یہ ہے) کہ اگر تمھارا ایک آدمی احد پہاڑ کے برابر بھی زر کثیر (صدقہ) کرے تو ان کے ایک مد (قریباً ایک سیر کے) برابر بلکہ اس کے نصف کے برابر بھی نہیں پہنچ سکتا۔''

اس ارشاد نبوی کے ذریعے سے بہ نسبت دیگر لوگوں کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عظمت اور ان کا مقام واضح طریقہ سے ثابت ہے اور ان میں اس فضیلت کے باب میں آپس کی کوئی تقسیم نہیں ہے۔

② ایک دوسرے مقام پر یعنی فیض القدیر شرح جامع الصغیر میں شیخ عبدالرؤف مناوی رحمہ اللہ نے حدیث ذکر کی ہے کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ:

((اذا ذکر اصحابی فامسکوا))[2]

''یعنی جب میرے اصحاب کا ذکر آئے تو اپنی زبان کو (ان پر طعن سے) روک رکھو۔''

مطلب یہ ہے کہ ان کے مشاجرات و منازعات وغیرہ پر نظر نہ کرو اور جو چیزیں ان کے لائق شان نہیں ہیں ان کے ذکر سے بچو یہ لوگ امت کی بہترین شخصیات ہیں۔ ان کو خیر امت اور خیر القرون فرمایا گیا۔ (مناوی)

یہاں سے معلوم ہوا کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے متعلق طعن سے زبان کو روکنا واجب ہے جیسا کہ اوپر والی روایت میں بدگوئی کرنے سے منع فرمایا گیا ہے اور اسی طرح اس مقام پر طعن و تشنیع کرنے سے باز رکھا گیا ہے۔

تنبیہ

کبار علماء نے اس روایت کی تائید و تصدیق کے متعلق درج ذیل کلام کیا ہے جو اہل علم کے لیے بلفظہ نقل کیا جاتا ہے:

((فقد روی هذا الحدیث عن ثلثة من الصحابة واسانیده وان کان فیها مقال کما ذکره فی فیض القدیر ولکنه اعتضد بتعدد الروایات فلذالك

[1] مشکوٰۃ شریف ص ۵۵۳ باب مناقب الصحابہ فصل اول (متفق علیہ) طبع نور محمدی دہلی

[2] فیض القدیر (شیخ عبدالرؤف مناوی) ص ۳۴۷ ج ۱ بحوالہ طبرانی عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رمز السیوطی علیہ برمز الحسن وعد هذا الحدیث حسنا))[1]

(۳) مشہور صحابی سعید بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں کسی ایک مشہد یعنی جنگ کے موقع میں ایک مسلمان حاضر ہو اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں اس کا چہرہ غبار آلود ہو، یہ شخص، اس شخص سے افضل ہے جو عمر نوح علیہ السلام پا کر نیک عمل کرتا رہے۔

یہ فضیلت سب صحابہ کو شامل ہے اس میں کسی ایک طبقے کی تخصیص نہیں۔

((قال واللہ لمشھد شھدہ رجل یغبر فیہ وجھہ مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم افضل من عمل احدکم ولو عمر عمر نوح علیہ السلام))[2]

(۴) اسی طرح جناب عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا فرمان ابن بطہ نے صحیح اسناد کے ساتھ ذکر کیا ہے کہ (مخاطبین کو نصیحت کرتے ہوئے) عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کو سب وشتم مت کرو۔ کیونکہ ان کا مقام ومرتبہ یہ ہے کہ ان حضرات کا جناب نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک ساعت کا قیام آپ لوگوں کے چالیس برس کے عمل سے بہتر ہے۔ اور وکیع رحمہ اللہ سے مروی روایت کے مطابق تمام عمر کی عبادت سے بہتر ہے۔

((وروی ابن بطة باسناد صحیح عن ابن عباس رضی اللہ عنہما انه قال لا تسبوا اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم فلمقام احدھم ساعة یعنی مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم خیر من عمل احدکم اربعین سنة وفی روایة وکیع خیر من عبادة احدکم عمرہ ھذا))[3]

(۵) حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حین حیات میں ہی بعض لوگ بعض صحابہ کے متعلق بدگوئی کرنے لگے اور ان کی شان میں کوتاہی کرنے کے درپے ہوئے تو ان حالات کے پیش نظر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شان اور عظمت بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ لوگوں کو نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کے متعلق استغفار کرنے اور بخشش طلب کرنے کا حکم ہوا تھا مگر انھوں نے ان کے حق میں بدگوئی شروع کردی ہے۔

((عن عائشة رضی اللہ عنہا قالت: امروا بالاستغفار لاصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم فسبوھم))[4]

---

۱ احکام القرآن (مولانا مفتی محمد شفیع کراچوی) ص ۲۷۳ ج ۴ تحت بحث ان الصحابہ کلہم مغفورون ماجورون

۲ مسند امام احمد، ص ۱۸۷ ج اتحت مسندات سعید بن زید بن عمرو بن نفیل رضی اللہ عنہ۔

۳ شرح فقہ اکبر (ملا علی بن سلطان القاری) ص ۸۳ طبع مجتبائی کتاب الفضائل، تحت عنوان اہل السنہ فی تسمیۃ معاویہ

۴ مصنف ابن ابی شیبہ ص ۱۷۹ ج ۱۲ کتاب الفضائل طبع کراچی۔ قول صدیقہ مسلم شریف میں منقول ہے۔ ص ۴۲۱، ۲۵۰ تحت ابواب التفسیر طبع نور محمدی دہلی۔

الاعتقاد (بیہقی) ص ۳۲۳

شرح طحاویہ فی عقیدۃ السلفیہ (صدر الدین) ص ۴۱۷، تحت قولہ ونحب اصحاب ...... الخ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کے اس فرمان سے ثابت ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حق میں طعن اور تشنیع کا حکم نہیں بلکہ ان حضرات کے حق میں استغفار کرنے کا حکم ہے اور ان کو نیکی کے ساتھ یاد کرنے کی رغبت دلائی گئی ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے فرمان کی روشنی میں علمائے کرام نے بعبارت ذیل عمدہ تشریح درج کی ہے جو اہل علم کی تسلی کے لیے بلفظہٖ ذکر کی جاتی ہے:

((وقال تعالیٰ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ ومحبة الشیء كراهة لضده، فيكون انه سبحانه يكره السب لهم الذی هو ضد الاستغفار، والبغض لهم الذی هو ضد الطهارة وهذا معنى قول عائشة رضی اللہ عنہا: وامروا بالاستغفار لاصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم فسبوهم))[1] رواہ مسلم

بدزبانی اور بدگوئی کرنے والے کا حکم

اکابرین امت نے اس سلسلے میں اپنے بیانات واضح طور پر ذکر کیے ہیں کہ جو شخص صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے خلاف بدزبانی یا بدگوئی کرے تو اس کے دل میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حق میں برائی اور بغض ہے اور اس کا اسلام متہم ہے، وہ شخص قابل اعتماد نہیں بلکہ وہ قابل سزا اور مستوجب عقوبت ہے۔

حضرت سیدنا امیر معاویہ، حضرت عمرو بن عاص اور حضرت ابو سفیان وغیرہم رضی اللہ عنہم یہ تمام حضرات برگزیدہ صحابی ہیں صحابہ کرام کے متعلق احکامات سب بزرگوں کے حق میں یکساں ہیں پس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حق میں بدگمانی کرنا اور سوء ظنی کرنا دین اسلام میں نہایت شنیع فعل ہے اور اس سے اس شخص کا اسلام مشکوک ہو جاتا ہے، اس کے ایمان کا شریعت میں کوئی وزن نہیں رہتا۔

① چنانچہ امام احمد رحمہ اللہ سے فضل بن زیاد نے سنا کہ امام موصوف سے ایک شخص کے متعلق سوال کیا گیا جو حضرت امیر معاویہ اور حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما کی تنقیص شان کرتا ہے کیا اس شخص کو رافضی کہا جائے؟ تو آنجناب نے فرمایا کہ ان دونوں حضرات پر وہی شخص جرأت کر سکتا ہے جس کے اندر برائی پوشیدہ ہے۔ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی ایک صحابی کے ساتھ بھی جو شخص بغض رکھتا ہے اس کے باطن میں خباثت چھپی ہوئی ہے۔

((وقال الفضل بن زياد سمعت ابا عبدالله يسأل عن رجل تنقص معاوية وعمرو بن العاص أيقال له رافضی؟ فقال انه لم يجترى عليهما الاوله خبيئة سوء ما انتقص احد احدا من الصحابة الا وله داخلة سوء))[2]

---

[1] احکام القرآن از حضرت مفتی محمد شفیع کراچوی ص ۲۴۵ ج ۴ تحت بحث الصحابہ کلہم عدول۔

[2] تاریخ ابن عساکر (مخطوطہ) ص ۷۴۷ ج ۱۶ (قلمی عکس شدہ) تحت ترجمہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ
البدایہ والنہایہ، ص ۱۳۹ ج ۸ تحت ترجمہ معاویہ رضی اللہ عنہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۲) میمونی ذکر کرتے ہیں کہ مجھے امام احمد رحمہ اللہ نے فرمایا اے ابو الحسن جب تو کسی شخص کو دیکھے کہ وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی صحابی کو برائی کے ساتھ ذکر کرتا ہے تو سمجھ لے کہ اس کا اسلام متہم ہے اور اس کا ایمان مشکوک ہے۔

((وقال الميمونی قال لی احمد بن حنبل: یا ابا الحسن! اذا رأیت رجلا یذکر لاحد من الصحابة بسوء فاتهمه علی الاسلام))[1]

حسن ظن کا حکم

نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے متعلق اکابر علمائے امت نے ایک ضابطہ بیان کیا ہے کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے متعلق حسن ظن رکھنا چاہیے اور ان سے اعتراضات اور رذائل کی نفی کرنی چاہیے۔ یہ دین اسلام کی طرف سے ہمیں حکم ہے۔ اور اس باب میں اگر کوئی اعتراض پایا جائے اور اس کی کوئی تاویل کی گنجائش نہ مل سکے تو اس صورت میں اس روایت کے راویوں کی طرف جھوٹ کی نسبت کریں گے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف غلط امر کا انتساب نہیں کیا جائے گا چنانچہ امام نووی رحمہ اللہ مسلم شریف جلد ثانی میں تحریر فرماتے ہیں کہ

((فانا مامورون بحسن الظن بالصحابة ونفی کل رذیلة عنهم، وانا انسدت الطرق (طرق تاویلها) نسبنا الکذب الی الرواة))[2]

ظاہر ہے کہ امر وجوب کے لیے ہو تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں یہ حسن ظن امت پر واجب ہے۔

اور امام ربانی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ نے اپنے مکتوب میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مقام بیان کرتے ہوئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے رذائل کی نفی کے سلسلے میں ہدایت فرماتے ہوئے لکھا ہے کہ

''پس زبان را از جفائے ایشاں باز باید داشت وہمہ را بہ نیکی بیاد باید کرد۔''[3]

(۳) اسی طرح علامہ عبدالعزیز پرہاروی رحمہ اللہ نے اپنے رسالہ ''الناہیہ عن طعن معاویہ'' میں یہی ہدایت فرمائی ہے اور بہت عمدہ نصیحت کی ہے کہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ حسن ظن رکھنا اور ان کے ادب کو ملحوظ رکھنا ہر مسلمان پر واجب ہے۔ سلف صالحین، اہل حدیث اور اہل اصول (اہل فقہ) کا یہی مذہب ہے اور ہم اللہ تعالیٰ سے اسی پر ثابت قدمی کی التجا کرتے ہیں۔

---

۱ ابن عساکر (مخطوطہ) ص ۷۴۷ ج ۱۶ (قلمی عکس شدہ) تحت ترجمہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ
البدایہ والنہایہ، ص ۱۳۹ ج ۸ تحت ترجمہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

۲ شرح مسلم شریف (نووی) ص ۹۰ ج ۲ بحوالہ مازری تحت کتاب الجہاد والسیر باب حکم الفئی، طبع نور محمدی دہلی

۳ مکتوبات امام ربانی ص ۸۴ دفتر اول حصہ دوم (طبع ثانی لاہور ۱۳۸۴ھ) آخر مکتوب (۸۰)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

((فحسن الظن والتادب لجمیعهم واجب علی کل مسلم فهذا مذهب السلف الصالح واهل الحدیث والاصول ونسأل الله الثبات علیه))[۱]

④ اسی سلسلے میں مشہور بزرگ عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ اپنی سند کے ساتھ ایک واقعہ ذکر کرتے ہیں کہ:

ابراہیم بن میسرہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ عادل خلیفہ عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے کسی انسان کو کبھی تازیانے نہیں لگوائے مگر اپنے دور میں اس شخص کو جس نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر سب وشتم کیا، اس کو کوڑے لگوائے۔

اس واقعہ پر مندرجہ ذیل علماء کی عبارات پیش کی جاتی ہیں جس میں یہ واقعہ مذکور ہے:

((عن ابراهیم بن میسرة قال بلغنی ان عمر بن عبد العزیز ما جلد سوطا فی خلافته الا رجلا شتم معاویة عنده، فجلده ثلاثة اسواط))[۲]

اوراسی طرح البدایہ والنہایہ میں مذکور ہے کہ

((وقال ابن المبارك عن محمد بن مسلم عن ابراهیم بن میسرة قال ما رأیت عمر بن عبد العزیز ضرب انسانا قط الا انسانا شتم معاویة فانه ضربه اسواطا))[۳]

⑤ اور شمس الائمہ ابوبکر سرخسی رحمہ اللہ نے اپنی تصنیف اصول سرخسی میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر طعن کرنے والے شخص کے متعلق مندرجہ ذیل تصریح ذکر کی ہے:

فرماتے ہیں کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب کے متعدد مواضع پر صحابہ کرام کی ثنا اور وصف بیان فرمائی ہے جیسا کہ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ۚ وَ الَّذِیْنَ مَعَهٗۤ......الخ اور نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ارشادات میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو خیر الناس فرمایا ہے اور یہ لوگ اس عہد کے خیر الناس ہیں جس دور میں میں ہوں۔ (الحدیث) اور اسلامی شریعت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ذریعے سے نقل ہو کر ہم تک پہنچی ہے (یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شریعت اسلام کے ناقلین ہیں) اب جو شخص ان کے حق میں طعن و تشنیع کا مرتکب ہو وہ ملحد اور بے دین ہے اور اسلام کو پس پشت ڈال دینے والا ہے۔ اگر وہ توبہ نہ کرے تو اس کا علاج صرف تلوار ہے۔

((ان الله تعالیٰ اثنی علیهم فی غیر موضع من کتابه کما قال تعالیٰ "مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ۚ وَ الَّذِیْنَ مَعَهٗۤ" الایة ورسول الله صلی اللہ علیہ وسلم وصفهم بانهم خیر الناس

---

۱ الناہیہ عن طعن معاویہ (عبدالعزیز پرہاروی) ص ۳۳ تحت فصل فی الاجوبہ عن مطاعنہ

۲ الاستیعاب ص ۳۸۳ ج ۳ (مع الاصابہ) تحت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما

۳ البدایہ والنہایہ، ص ۱۳۹ ج ۸ تحت ترجمہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فقال: "خیر الناس قرنی الذین انا فیھم" والشریعۃ انما بلغتنا بنقلھم فمن طعن فیھم فھو ملحد منابذ للاسلام، دواءہ السیف ان لم یتب))[1]

(۶) مندرجہ امور کی تائید میں علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا ایک اہم حوالہ اس مسئلے پر ذکر کیا جاتا ہے ناظرین کرام ملاحظہ فرمالیں۔

لکھتے ہیں کہ ہ چہار خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے بعد جناب نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام اصحاب کرام رضی اللہ عنہم خیر الناس ہیں ان حضرات میں سے کسی ایک کی بھی برائی ذکر کرنا کسی شخص کے لیے جائز نہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی ایک کا بھی عیب اور نقص بیان کرنا اور اس پر طعن قائم کرنا کسی کے لیے روا نہیں ہے۔ جو شخص یہ کام کرے اس کی تادیب کرنا اور اس کو سزا دینا واجب ہے۔ ایسے طعن کرنے والے شخص کو معاف نہ کیا جائے بلکہ اسے سزا میں ڈال دیا جائے، اگر وہ اس سے توبہ کرلے تو اس کی توبہ قبول کرلی جائے اور اگر وہ توبہ کرنے سے اعراض کرے اور طعن کرنے پر جما رہے تو اس کو دوبارہ سخت سزا دی جائے اور حبس دوام میں ڈال دیا جائے، حتی کہ مرجائے یا رجوع اور توبہ کرلے۔

((ثم اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعد ھؤلاء الاربعۃ خیر الناس لا یجوز لاحد ان یذکر شیئا من مساویھم ولا یطعن علی احد منھم بعیب ولا نقص فمن فعل ذالک فقد وجب تادیبہ وعقوبتہ لیس لہ ان یعفو عنہ بل یعاقبہ ویستتیبہ فان تاب قبل منہ وان ثبت اعاد علیہ العقوبۃ وخلدہ فی الحبس حتی یموت او یراجع))[2]

مندرجات بالا سے درج ذیل چیزیں ثابت ہورہی ہیں:

(۱) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ حسن ظن رکھنے کا حکم ہے اور سوء ظنی کرنے اور بدگمانی سے منع کیا گیا ہے۔

(۲) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حق میں جو شخص بدکلامی کرے اور بدزبانی سے پیش آئے ایسے شخص کا اسلام مشکوک ہے اور وہ دین میں متہم ہے اور شریعت میں اس کے دین کا کچھ اعتبار نہیں۔

(۳) اسی طرح حضرت امیر معاویہ اور عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما کے متعلق تنقیص شان اور طعن کرنے والا شخص بدظنی کا شکار ہے اور اس کا دل برائی اور خباثت سے آلودہ ہے۔

(۴) حتی کہ ایسے بدگو شخص کے لیے عادل خلیفہ عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کا طریقہ کار یہ تھا کہ حضرت امیر

۱۔ اصول السرخسی (ابوبکر محمد بن احمد بن ابی سہل سرخسی) ص ۱۳۴ ج ۲ تحت من طعن فی الصحابہ فہو ملحد ..... الخ طبع حیدرآباد۔

۲۔ الصارم المسلول علی شاتم الرسول صلی اللہ علیہ وسلم (ابن تیمیہ) ص ۵۷۳ طبع اول حیدرآباد، فصل فی حکم سب اصحابہ رضی اللہ عنہم وسب اہل بیتہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف بدزبانی کرنے والے کو تازیانے لگوائے جاتے تھے تاکہ وہ آئندہ بدکلامی سے باز رہے۔

⑤ جو بھی اصحاب کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی کے حق میں نازیبا کلام کرے اور سب و شتم یا طعن و تشنیع کرے وہ سزا کے قابل ہے اس سے توبہ کرائی جائے۔ اگر توبہ نہ کرے تو حبس دوام میں ڈالا جائے تاکہ اسی حالت میں ہلاک ہو جائے۔

ایک تاریخی جائزہ

امیر المومنین حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شخصیت خلفائے راشدین وعشرہ مبشرہ کے بعد بڑی اہمیت کی حامل ہے۔ اکابر ہاشمی حضرات کے ساتھ خلافت کی صلح کے بعد ان کی خلافت کے دور میں اسلام کو بڑی ترقی ہوئی اور دین کو بہت فروغ نصیب ہوا اور دور دراز ممالک پر اسلام کا پرچم لہرایا۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت سے لے کر حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سے صلح تک کے دور میں جو اسلامی فتوحات کا سلسلہ رک گیا تھا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں پھر پوری مستعدی کے ساتھ دوبارہ شروع ہوا اور دور دور تک اسلامی سلطنت کا حلقہ وسیع ہوتا گیا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں اسلامی حکومت کی حدود بخارا سے لے کر قیروان تک اور اقصائے یمن سے لے کر قسطنطنیہ تک پھیل چکی تھیں اور ان کے علاوہ حجاز، یمن، شام، مصر، عراق، الجزیرہ، آرمینیہ، فارس، خراسان اور ماوراء النہر وغیرہ تمام ممالک اسلامی حکومت کے ماتحت ہوئے۔[1] حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں بے شمار بری اور بحری فتوحات ہوئیں اور آپ کے ہاتھوں اقصائے عالم تک اسلام کا پرچم بلند ہوا اور آپ کی مساعی جمیلہ سے دین اسلام کو غلبہ حاصل ہوا۔

جناب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی نگرانی میں حضرات صحابہ و تابعین کی مساعی جمیلہ سے اسلام کے احیا و ابقا کا بہت بڑا کام ہوا۔ خلافت راشدہ کے دور کے بعد یہ دور اسلام کی ترقی کا بہترین دور ہے اور اس میں اسلام کے فروغ کی انتہائی کوششیں کی گئیں اور بحمد اللہ وہ بار آور ہوئیں اور اسلام ان ممالک پر غالب آ گیا اور فرمان خداوندی لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ کا بہترین نقشہ سامنے آ گیا۔

کثرت اعتراضات کے وجوہ

اس دور کے بعد بنوامیہ کے خلفاء و امراء یکے بعد دیگرے آتے رہے ہیں حتیٰ کہ ۱۳۲ھ بمطابق ۷۴۹ء میں بنی عباس کے ایک شخص ابو العباس سفاح نے بنی امیہ کی خلافت اور حکومت ختم کر کے بنوعباس کی حکومت قائم کر لی۔ ظاہر بات ہے کہ بنوعباس نے بنوامیہ کے اقتدار کو ختم کیا تھا اور خاندانی وقبائلی تعصبات

[1] کتاب دول الاسلام (ذہبی) ص ۳۸ ج ۱ تحت سنہ ۶۰ھ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے تحت یہ لوگ بنو امیہ کے سخت خلاف تھے جیسا کہ بعد میں آنے والی حکومت پیشرو حکومت کے عموماً خلاف ہوتی ہے، اور ایک قوم کی حکومت کو ختم کر کے دوسری قوم کا غلبہ واقتدار آتا ہے تو سابقہ حکومت کی خوبیوں کو بھی خرابیوں کے ساتھ بدلنے کی کوشش کی جاتی ہے اور ان کی اچھائیوں کو برائیوں سے تعبیر کیا جاتا ہے اور ان کے بہترین کارناموں کو فروتر شکل میں پیش کیا جاتا ہے اور ان کے خلاف کئی قسم کے غلط صحیح الزامات لگائے جاتے ہیں جن کی وجہ سے لوگوں کے دلوں میں سابقہ حکومت کے خلاف نفرت پیدا ہوتی ہے اور ان کے ساتھ بدظنی پھیلنے کے اسباب رونما ہوتے ہیں۔ گویا کہ سابق اقتدار میں یہ ایک قسم کی نظریاتی تفریق قائم ہو جاتی ہے اور پیش رو حکومت کے کار خیر کو بدنما شکل میں پیش کرنے کی سعی کی جاتی ہے۔ دنیا میں قوموں کے معاشرے کا یہ ایک عام دستور چلا آ رہا ہے۔

نفسیاتی ضابطہ

اس فطری اور نفسیاتی ضابطے کے تحت یہاں بھی یہی صورت پیش آئی کہ بنو عباس کے دور (دوسری صدی ہجری) میں عموماً تاریخ کی تدوین کی ابتداء ہوئی اور مورخین نے عام طور پر تاریخی وقائع مرتب کرنے میں نظریات مذکورہ بالا کو ملحوظ رکھا، اور وہ تاریخی واقعات جب مرتب کیے گئے تو ان کو عموماً ایسی شکل میں پیش کیا گیا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور کی خوبیاں خرابیاں نظر آنے لگیں اور ان کے بہترین کارنامے عموماً داغدار کر کے ذکر کیے گئے اور ان کی اسلامی اور ملّی خدمات کو غلط صورت میں دکھایا گیا اور آپ کے دور کے محاسن و مفاخر کو پس پشت ڈال کر ان میں معائب و نقائص کے پہلو پیدا کیے گئے اور ایسے واقعات تاریخ میں بھر دیے گئے جن سے امیر المومنین حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شخصیت پر کئی قسم کے مطاعن قائم کیے جا سکیں۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے عمدہ کردار و اخلاق کو غلط رنگ دینے کی کوشش کی گئی اور ان کی کردار کشی کی پوری سعی کی گئی اور آپ کے اعلیٰ کارناموں کو بدنما شکل میں دکھایا گیا۔

بعض مورخین نے اپنے دور کے حکام کی خوشنودی اور امراء کی رضامندی کو بھی پیش نظر رکھا اور ان کی نظروں میں اپنا مقام پیدا کرنے کی خاطر اپنی تصانیف میں مذکورہ طرز اختیار کیا اور اس طریقے سے انھوں نے اپنے معاشی وتمدنی حالات کو بھی مستحکم کیا۔ چنانچہ اس نہج پر تاریخ نویسی کے متعلق کئی واقعات ایسے دستیاب ہوتے ہیں جو مندرجہ بالا امور پر شاہد ہیں اور اس کے موید ہیں جیسا کہ سابقاً ذکر کیا ہے کہ بنو عباس کے خلفاء کے دور حکومت میں عموماً تاریخ کی تدوین ہوئی اور عباسیوں نے خصوصاً حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شخصیت کو داغدار کرنے اور ان کے اعلیٰ مقام کو گرانے کے لیے علانیہ طور پر ایسا طرز عمل اختیار کیا جس کو نظر انداز کر کے ایک مورخ کا صحیح واقعات پر قلم اٹھانا کوئی سہل کام نہیں تھا۔

مذکورہ بالا حقائق ہم نے مضمون نگاری کی خاطر تخیل کے درجے میں ہی ذکر نہیں کیے اس کی تائید میں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تاریخ میں واقعات پائے جاتے ہیں۔ قارئین کے اطمینان کی خاطر ذیل میں تاریخ سے چند ایک واقعات پیش خدمت ہیں جو مسئلہ ہذا کے ثبوت میں ایک قوی دلیل ہیں:

① جس وقت ابو العباس سفاح نے بنو امیہ کے آخری فرماں روا خلیفہ مروان بن محمد بن مروان وغیرہ کو قتل کروا دیا تو اس موقع پر مورخین نے لکھا ہے کہ ابو العباس سفاح کی افواج کا امیر عبداللہ بن علی دمشق شہر میں تیغ برہنہ کے ساتھ داخل ہوا اس نے شہر میں قتل و غارت تین ساعات کے لیے مباح قرار دے دیا۔ شہر دمشق کی جامع مسجد کو اپنے چوپایوں، گھوڑوں اور اونٹوں کے لیے اصطبل کے طور پر ستر دن تک استعمال میں رکھا۔

اس چیز کو علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ نے ابن عساکر رحمہ اللہ کے حوالے سے بنی امیہ کے آخری خلیفہ (مروان بن محمد بن مروان) کے مقتل کے تحت عباسیوں کے مظالم ذکر کرتے ہوئے دمشق کے احوال میں لکھا ہے کہ

((وذكر فی ترجمة محمد بن سليمان بن عبدالله النوفلی قال كنت مع عبدالله بن علی اول ما دخل دمشق دخلها بالسيف واباح القتل فيها ثلاث ساعات وجعل جامعها سبعين يوما "اصطبلا" لدوابه وجماله...... الخ))

مزید برآں عباسیوں نے بنو امیہ کے ساتھ عداوت پوری کرنے کے لیے اکابر بنو امیہ مثلاً حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ، عبدالملک بن مروان، ہشام بن عبدالملک وغیرہم کی قبور کو اکھیڑ ڈالا اور ان کی بے حرمتی کی۔ چنانچہ ابن کثیر رحمہ اللہ نے مزید لکھا ہے کہ

((ثم نبش قبور بنی امية......الخ))

مورخین نے لکھا ہے کہ ان حالات میں عبداللہ بن علی مذکور نے خلفائے بنو امیہ کی اولاد اور ان کے حامیوں کو تلاش کر کے ایک ہی دن میں سینکڑوں افراد کو قتل کروا دیا۔ یہ چیز البدایہ لابن کثیر میں مذکور ہے کہ

((ثم تتبع عبدالله بن علی بن امية من اولاد الخلفاء وغيرهم فقتل منهم فی يوم واحد اثنين وتسعين الفا عند نهر بالرملة...... الخ))

مذکورہ بالا حالات و واقعات سے واضح ہے کہ جس دور میں اسلامی تاریخ کی تدوین کی ابتدا ہو رہی تھی اس دور میں مخالفین کی طرف سے بنو امیہ کے ساتھ عداوت اور مخالفت اپنی انتہا کو پہنچی ہوئی تھی اور ان کے قابل ذکر اشخاص و افراد کو چن چن کر ختم کر دیا تھا۔ ان حالات میں مورخین حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق حالات کو کسی صحیح نہج پر کیسے تحریر کر سکتے تھے؟ اور ان کے عہد کی شاندار خدمات وہ کس طرح زیر قلم لا سکتے تھے؟

② اسی طرح حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے اپنی متعدد تصانیف میں مامون الرشید (عباسی خلیفہ) کے عہد کا ایک

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دیگر واقعہ ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ

①((وفیها (۲۱۱ھ) اظهر المامون التشیع وامر ان یقال خیر الخلق بعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی رضی اللہ عنہ وامر بالنداء ان براءت الذمته ممن ذکر معاویة بخیر))[1]

② ((وفیها (۲۱۱ھ) امر المامون فنودی براءة الذمته ممن ذکر معاویة بخیر وان افضل الخلق بعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی رضی اللہ عنہ))

ان ہر دو عبارات کا مطلب یہ ہے کہ ۲۱۱ھ میں مامون الرشید عباسی خلیفہ نے اپنے شیعہ ہونے کا اظہار کیا اور اس نے سرکاری طور پر اعلان کرایا کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خیر الخلائق علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہیں اور اس امر کی منادی کرائی کہ جو شخص معاویہ بن ابی سفیان (رضی اللہ عنہما) کے حق میں کلمات خیر کہے گا تو حکومت پر اس کی کوئی ذمہ داری نہیں (اور ہم اس سے بری الذمہ ہیں)

تائید از شیعہ

اس واقعہ کی تائید شیعہ کے مشہور مورخ مسعودی نے اپنی تصنیف ''مروج الذہب'' میں مامون کے حالات کے تحت بالفاظ ذیل درج کی ہے:

((وفی سنة اثنتی عشرة ومائتین نادی منادی المامون براءة الذمته من احد من الناس ذکر معاویة بخیر او قدمه (علی احد) من اصحاب رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم))[2]

''یعنی ۲۱۲ھ میں مامون نے منادی کرائی کہ جو شخص بھی معاویہ رضی اللہ عنہ کو خیر کے ساتھ ذکر کرے گا یا اس کو کسی صحابی پر مقدم جانے گا اس شخص سے حکومت بری الذمہ ہے (اس کی حفاظت کے ہم ذمہ دار نہیں)۔''

علامہ شبلی رحمہ اللہ کی طرف سے تائید

قریبی دور کے ایک مشہور مورخ علامہ شبلی نعمانی رحمہ اللہ نے اپنی تصنیف ''الانتقاد علیٰ تمدن الاسلامی'' میں اسلامی تاریخ کی تدوین پر ایک بہترین جائزہ ذکر کیا ہے جس سے ہمارے مضمون بالا کی تائید و تصدیق ہوتی ہے:

((ثم ان هناك امر اخر وهو ان المؤرخین بامرهم کانوا فی عصر بنی العباس

---

[1] دول الاسلام (ذہبی) ص ۹۴ تحت سنہ ۲۱۱ھ

العبر فی خبر من غبر (ذہبی) ص ۳۹۵ ج ۱ تحت سنہ ۲۱۱ھ مطبوعہ کویت

[2] مروج الذہب (مسعودی شیعی) ص ۴۰ ج ۴ تحت نداء المامون فی معاویہ (ذکر ایام المامون)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ومن المعلوم انه لم يكن يستطيع احد ان يذكر محاسن بنى امية فى دولة العباسيين فاذا صدر من احد شىء من ذالك فلتة كان يقاسى قائلها انواعا من الهتك والايذاء وخامة العاقبة وكم لنا من امثال هذه فى اسفار التاريخ))

''اس کا مفہوم یہ ہے کہ اسلامی تاریخ کے مورخین عموماً بنی عباس کے عہد میں ہوئے ہیں اور یہ بات معلوم ہے کہ عباسیوں کے عہد میں بنو امیہ کے محاسن ذکر کرنے کی کسی شخص میں استطاعت نہیں تھی کیونکہ اگر کسی سے بنو امیہ کی خوبی کی کوئی چیز اتفاقاً صادر ہو جاتی تو اس کے قائل کو کئی قسم کی ایذاؤں کا سامنا کرنا پڑتا اور ہتک عزت کے علاوہ ناموافق انجام سے دو چار ہونا پڑتا تھا۔ دفتر تاریخ میں اس قسم کی کئی مثالیں موجود ہیں۔''

ظاہر بات ہے کہ اس نوع کے سرکاری اعلانات اور متشددانہ عملی اقدامات کے بعد تاریخ مرتب کرنے والوں نے جو تواریخ مدون کی ہیں وہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں معائب، نقائص اور مطاعن ہی درج کریں گے۔ ان سے آں موصوف کے فضائل و محامد اور ملّی خدمات کے بیان کی امید رکھنا عبث ہے۔ الا ماشاء اللہ اگر کوئی مورخ ان فرامین شاہی سے متاثر نہ ہوا ہو اور وہ بہت قلیل اور شاذ کے درجہ میں ہو گا۔ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے جسے قارئین کو مطالعہ تاریخ کے وقت پیش نظر رکھنا از حد ضروری ہے۔

حاصل یہ ہے کہ ان کوائف و حالات کی روشنی میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف تاریخی مواد میں کثرت سے اعتراضات پائے گئے اور معاندین صحابہ نے انھیں اپنے ذوق کے مطابق خوب نشر کیا اور اس مواد کو عوام میں پھیلا کر آں موصوف کی کردار کشی کی۔

تاریخ کے راویوں کا نظریاتی کردار

تاریخی واقعات کو نقل کرنے والے رواۃ میں مختلف نظریات اور رجحانات کے حامل لوگ ہوتے تھے بعض راوی خارجی اور بعض رافضی وغیرہ ذہن رکھتے تھے اور اسی طرح ناقلین واقعہ میں کئی قسم کے اپنے رجحانات پائے جاتے تھے۔ اور حقیقت حال یہ ہے کہ روایت کو نقل کرنے میں راوی کے ذہن اور رجحانات کو بڑا دخل ہوتا ہے۔ اور واقعہ کو بیان کرنے میں معبر کی تعبیر بڑی اثر انداز ہوتی ہے۔ بات کچھ ہوتی ہے اور اس بات کے نقل کرنے والے کے الفاظ اس کو کہیں سے کہیں پہنچا دیتے ہیں، بالخصوص جب کہ روایت بالمعنی کی انھیں عام اجازت ہو۔ تاریخ کے ناقلین ان حالات میں حقیقت واقعہ کو نظر انداز کر کے اس میں اپنی روایات چلا دیتے ہیں اس وجہ سے بھی بہت سے اعتراضات کے مواقع پیدا ہوتے ہیں اور کئی مطاعن رونما ہو جاتے ہیں۔

حاصل یہ ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں مورخین نے اپنے غیر محتاط رویے کی وجہ سے بہت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کچھ مواد تاریخ میں ذکر کر دیا جس سے مخالفین نے مطاعن پیدا کر لیے اور یہ چیزیں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر کثرت اعتراضات کا باعث ہوئیں۔

بعض قواعد وضوابط

طعن اور دفع طعن کے باب میں ضابطہ یہ ہے کہ اگر کسی صحیح روایت سے طعن پیش کیا جائے جو اصول روایات کے اعتبار سے قابل قبول ہو تو اس کا ازالہ کیا جائے گا اور جس طعن کی روایت قواعد فن کے اعتبار سے قابل رد اور نا قابل اعتماد ہو اس سے پیدا کردہ الزام قابل سماعت نہیں ہوتا اور حسب ضابطہ اس کا جواب دینا ہمارے ذمہ نہیں۔ چنانچہ اکابر علماء فرماتے ہیں کہ

((فترد كل من روايات التاريخ ما يعود منها على شين وعيب فى بعض اصحاب الرسول صلی اللہ علیہ وسلم))[1]

''یعنی وہ تاریخی روایات جن میں سے بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر عیب اور طعن پیدا کیا جاتا ہے وہ روایات قابل رد ہیں اور قبول کے لائق نہیں۔''

مزید برآں یہ چیز علمائے کرام نے اس موقع میں تصریحاً ذکر کر دی ہے کہ جو روایات درایت اور عقل کے خلاف ہوں اور اصول شرعی کے معارض ہوں ان کے متعلق یقین کیجیے کہ وہ بے اصل ہیں اور ان کے رواۃ کا کوئی اعتبار نہیں۔ دوسری صورت یہ ہے کہ جو روایت حس اور مشاہدات کے خلاف پائی جائے اور کتاب وسنت کی نصوص متواترہ کے متباین ہو اور اجماع قطعی کے برخلاف پائی جائے ایسی صورتوں میں بھی وہ روایت قبول نہیں کی جاتی۔

چنانچہ علامہ سخاوی رحمہ اللہ نے شرح الفیۃ الحدیث (عراقی) میں بعبارت ذیل یہ تصریحات ذکر کی ہیں:

((وكل حديث رأيته يخالفه العقول او يناقض الاصول فاعلم انه موضوع فلا يتكلف اعتباره اى لا تعتبر رواته ولا تنظر فى جرحهم او يكون مما يدفعه الحس والمشاهدة او مباينا لنص الكتاب او السنة المتواترة او الاجماع القطعى حيث لا يقبل شىء من ذالك التاويل))[2]

مزید برآں کبار علمائے امت نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا نام لے کر یہ قاعدہ ذکر کیا ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی مذمت کی متعلقہ احادیث کذب محض ہیں اور ان کا کچھ اعتبار نہیں۔ چنانچہ ابن قیم رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''المنار المنیف'' میں تحریر کیا ہے کہ:

---

[1] احکام القرآن از حضرت مولانا مفتی محمد شفیع کراچوی ص ۲۷۴ ج ۴ تحت بحث خاتمۃ الکلام فی مشاجرات الصحابہ

[2] فتح المغیث شرح الفیۃ الحدیث (عراقی) تالیف علامہ سخاوی ص ۲۴۹-۲۵۰ ج ۱ طبع مدینہ منورہ تحت عنوان الموضوع

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

((ومن ذالك الاحاديث فى ذم معاوية رضی اللہ عنہ...... وكل حديث فى ذمه فهو كذب))[1]

پس مندرجات بالا کی روشنی میں یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی مذمت اور تنقیص شان بیان کرنے والی روایات ناقابل اعتماد ہیں اور التفات کے ہرگز لائق نہیں۔

ایک اصول

اکابرین اہل سنت والجماعت کی عقائد اور قواعد کی کتابوں میں یہ قاعدہ مذکور ہے کہ انبیائے کرام علیہم السلام کی ذات بابرکات معصوم ہے اور یہ ان کا خاصہ ہے۔ انبیائے کرام علیہم السلام کے ماسوا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اکابرین امت معصوم نہیں، ان سے غلطی کا صدور ممکن ہے۔

((فان العصمة عن الخطاء مطلقا من خواص الانبياء ولا توجد فى الصحابة فضلا عن الاولياء))[2]

لیکن علمائے دین نے یہاں لکھا ہے کہ اگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے کوئی غلطی سرزد ہو جائے اور اس کی تاویل ممکن ہو تو وہ تاویل کی جائے گی اور اگر تاویل ممکن نہ ہو تو روایت کو رد کرنا لازم ہوگا اور غلطی سے سکوت واجب ہوگا اور طعن کرنے سے بالیقین اجتناب کیا جائے کیونکہ حق سبحانہ وتعالیٰ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حق میں مغفرت اور جنت کا وعدہ فرمایا ہے۔

((وان صدر عن احد من الصحابة ما لا يليق فلا يبعد عن الامكان ولما تشاجروا وقع بينهم التساب والتحارب وامور يتوحش المتامل فيها الا ان مذهبنا اهل السنة والجماعة هو بذل الجهد فى تاويلها واذا لم يمكن التاويل وجب رد الرواية و وجب السكوت وترك الطعن للقطع بان الحق سبحانه وعدهم المغفرة والحسنى))[3]

مذکورہ بالا اصول اور قواعد کے تحت جواب المطاعن میں کلام کیا گیا ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عدم معصومیت تسلیم کر لینے کے بعد یہ چیزیں ذکر کی گئی ہیں۔

اگر ان سے فروگزاشتیں ہوئی ہیں تو اللہ تعالیٰ نے ان کی معافی کے سامان کر دیے ہیں اور ان سے مغفرت کر دینے اور جنت عطا فرمانے کے وعدے بھی فرمائے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے وعدے صادق ہیں اور وہ

---

[1] المنار المنیف فی الصحیح والضعیف (ابن قیم) ص ۱۱۷ فصل نمبر ۴۳ طبع حلب

[2] الرفع والتکمیل (مولانا عبدالحی لکھنوی) ص ۱۷ تحت تذنیب نبیہ، طبع حلب

[3] الناہیہ عن طعن معاویہ، مولانا عبدالعزیز پرہاروی ص ۳۳ تحت فصل فی الاجوبہ عن مطاعنہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یقیناً پورے ہو کر رہیں گے۔ لیکن اسلامی قواعد کی رو سے ہم پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف سے دفاع کرنا لازم ہے۔ اسی بنا پر ہماری یہ کوششیں جاری ہیں اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر وارد کیے گئے مطاعن و اعتراضات کے جوابات اس سلسلے میں مرتب کر کے پیش کیے جا رہے ہیں۔

طاعنین کے اصناف

امیر المومنین حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف سوء ظنی اور تنفر رکھنے والے کئی لوگ ہیں اور بدگمانی پھیلانے والے کئی طبقات ہیں:

① ان میں سے اپنے آپ کو شیعہ کہلانے والے (روافض) تو زمانہ قدیم سے ہی بدظنی کا شکار ہیں اور ان کی تمام مساعی کیا بلکہ تمام زندگی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی مذمت اور ان کی تنقیص شان میں صرف ہوتی ہے اور یہی ان کا محبوب مشغلہ ہے اور محاسبہ آخرت کا ان کو کچھ خوف نہیں۔

② اور بعض گروہ ایسے ہیں جو اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے عقیدت رکھتے ہیں، حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور ان کی اولاد شریف کی محبت کا دم بھرتے ہیں اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی تنقیص کرنا اور ان سے سوء ظن رکھنا اہل بیت النبی کی محبت کا تکملہ اور تتمہ سمجھتے ہیں۔

مگر درحقیقت یہ چیز اہل سنت والجماعت کے مسلک اعتدال کے برخلاف ہے اور یہ طریق کار مسلک اہل سنت کے لیے ضرر رساں ہے اور اس اسلوب سے فرقہ ہائے شیعہ کے نظریات کی تائید ہوتی ہے جو دین کے تقاضوں کے منافی ہے۔ لہٰذا یہ طریقہ بھی صحیح نہیں اور بالکل غلط ہے۔

③ اور بعض لوگ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف ظاہر روایات پر نظر کرنے کی وجہ سے ان پر طعن قائم کرتے ہیں اور بوجہ ظاہریت کے روایت کی تاویل اور اس کے صحیح مفہوم اور محمل تک ان کے ذہن کی رسائی نہیں ہوتی۔ یہ لوگ بھی سوء ظنی کا شکار ہیں اور اپنی کم فہمی کی وجہ سے غلط فہمی میں مبتلا ہیں۔

④ اور اس دور میں بعض طبقے ایسے اٹھ کھڑے ہوئے ہیں جو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی تنقیص شان اور عیب چینی کرنے میں تمام تر قوتیں صرف کر رہے ہیں اور ساتھ ساتھ اپنے آپ کو اہل السنّت والجماعت میں شمار کرتے ہیں یہ گروہ بڑے خطرناک ہیں اور اہل اسلام میں رخنہ ڈالنے والے ہیں اور گمراہی پھیلا رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو ہدایت بخشے اور تمام صحابہ کرام اور اولادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت نصیب فرمائے اور ان سے حسن ظن رکھنے کی ہمیں توفیق عنایت فرمائے اور سوء ظنی و بدگمانی سے محفوظ رکھے۔ آمین!

ان تمہیدی اور اصولی امور کے بعد ہم امیر المومنین سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف وارد کیے گئے مطاعن کے جوابات پیش کرتے ہیں۔ یہ جوابات ان ہی مطاعن سے متعلق ہیں جو ہمارے سامنے مختلف طریق

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے آئے ہیں۔ تمام مطاعن کے جوابات کا دعویٰ نہیں۔ اللہ کریم ہماری یہ کوشش منظور و مقبول فرمائے اور اسے مسلمانوں کی ہدایت کا باعث بنائے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بدظنی رفع کرنے کا سبب قرار دے۔

ایک معذرت

مولف ناچیز ایک بہت کم علم آدمی ہے اور اس طریق کا ادنیٰ خادم ہے۔ بندہ نے کم و بیش اکتالیس مطاعن کے جوابات پیش کیے ہیں ان میں اپنی معلومات کی حد تک جواب باصواب کی کوشش کی گئی ہے۔ لیکن یہ کوئی حرف آخر نہیں۔ اگر ان میں کوئی کوتاہی رہ گئی ہو تو علمائے کرام اور فاضلان عظام اس کی اصلاح فرمائیں اور مزید جوابات مرتب کر کے سعادت دارین حاصل کریں اور دفاع عن الصحابہ کا فریضہ ادا کریں۔ اس دور میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے دفاع کرنا اور ان کے مقام و مرتبہ کی حفاظت کرنا نہایت اہم دینی کام ہے جو قیامت میں اجر کثیر کا موجب ہوگا۔

نیز یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ جتنے مطاعن کے جوابات پیش کیے گئے ہیں ان میں ترتیب زمانی صحیح طور پر قائم نہیں کی جا سکی۔ کیونکہ یہ امر نہایت دشوار ہے اور عادتاً مشکل ہے۔ پس کیف ما اتفق ان کو پیش کر دیا گیا ہے۔ ناظرین کرام (اہل انصاف) سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

اِنْ اُرِيْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ ط وَمَا تَوْفِيْقِيْٓ اِلَّا بِاللّٰهِ ط

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَ كُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى (سورۃالحدید)
''اللہ تعالیٰ نے (صحابہ میں سے) ہر ایک سے حسنیٰ (جنت) کا وعدہ فرمایا ہے۔''
اِنَّ الَّذِيْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰٓى ۙ اُولٰٓئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ (سورۃالانبیاء)
''بلاشبہ وہ لوگ جن کے لیے ہماری جانب سے الحسنیٰ (جنت) کا وعدہ پہلے ہو چکا ہے وہ دوزخ سے دور ہوں گے۔''

جواب المطاعن

تالیف حضرت مولانا محمد نافع (محمدی شریف ضلع جھنگ)

اس پیشکش میں جلیل القدر صحابی سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی ذات گرامی پر وارد کردہ قدیم و جدید مطاعن اور وضع کردہ اعتراضات کا مسکت جواب پیش کیا گیا ہے اور حتی الوسع مجادلانہ و مناظرانہ نوک جھونک اور عبارتی گرفت سے اجتناب کرتے ہوئے تحقیقی انداز میں معلومات پیش کی ہیں اور دفاع عن الصحابہ کا فریضہ ادا کیا ہے۔ یہ تالیف بہ نظر انصاف ملاحظہ کرنے سے بہت سودمند ثابت ہوگی (ان شاء اللہ تعالیٰ) اور بہت سے شبہات کے ازالہ کا باعث بنے گی...... (بعونہ تعالیٰ)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فہرست جواب المطاعن

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر وارد کردہ اعتراضات کے جوابات

- روایت ''الفئۃ الباغیۃ'' کے متعلقات ۴۷۱
- طلقاء کی بحث ۴۸۱
- مولفۃ القلوب کی تشریح ۴۹۰
- سب وشتم کی بحث ۴۹۲
- لا اشبع اللہ بطنہ کی بحث ۵۱۵
- بسر بن ابی ارطاۃ رضی اللہ عنہ کے مظالم کے متعلقات ۵۲۱
- ملوکیت کا شبہ اور اس کا ازالہ ۵۳۵
- بعض قبائل کی کراہت کی بحث ۵۴۶
- قصاص عثمان رضی اللہ عنہ کے مطالبے کا طعن ۵۵۱
- ایک شاذ روایت کا جواب ۵۵۴
- ظلم اور زیادتی کا طعن ۵۶۴
- قتل نفس اور اکل مال کا طعن ۵۶۸
- محمد بن ابی بکر کے متعلقات ۵۷۱
- حجر بن عدی وغیرہ کا قتل ۵۷۵
- عمرو بن حمق کا قتل ۵۹۲
- قطع ایدی کا طعن (یعنی ہاتھ کٹوانے کا طعن) ۵۹۸
- قطع ید کا ایک دوسرا طعن ۶۰۴
- حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو زہر خورانی کا طعن اور مقدام بن معدی کرب رضی اللہ عنہ والی روایت کا جواب ۶۰۸
- استلحاق زیاد ۶۲۴
- مسئلہ استخلاف یزید ۶۳۳
- شرب خمر کا الزام (یعنی شراب پینے کا الزام) ۶۴۹

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

- اسم ''معاویہ'' پر طعن ۶۵۶
- عدم فضیلت کا شبہ اور اس کا ازالہ ۶۶۱
- شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ کی بعض عبارات کا جواب ۶۷۱
- حق گوئی اور آزادی رائے کے خاتمہ کا جواب ۶۷۶
- بیت المال کے اموال کی بحث ۶۸۷
- توریث مسلم و کافر کا مسئلہ ۶۹۶
- مسئلہ دیت کی بحث ۷۰۰
- یمین مع الشاہد کا مسئلہ ۷۰۴
- بیٹھ کر خطبہ دینے کی بحث ۷۰۶
- مقصورہ میں نماز ادا کرنا ۷۰۸
- خطبہ واذان قبل العید (یعنی عید سے قبل خطبہ واذان دینا) ۷۱۱
- تمثال کی ترسیل بارض الہند (یعنی ہندوستان کی سرزمین میں مجسّموں کا بھیجنا) ۷۱۸
- منبر نبوی اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ۷۲۴
- طعن کی ایک اور روایت اور اس کا جواب ۷۴۷
- حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کے قتل کا الزام ۷۵۰
- مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کا ایک قول، پھر اس کا جواب ۷۵۷
- کعب بن اشرف کا غدراً قتل، پھر اس کا جواب ۷۶۵
- امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور شوق رسالت کا طعن، پھر اس کا جواب ۷۶۹
- برہنہ لونڈی پیش کرنے کا اعتراض اور رقص وسرود کی مجالس کا طعن، پھر ان کے جوابات ۷۷۴
- علامت نفاق پر موت کا طعن، پھر اس کا جواب ۷۷۷
- مراجع ومصادر ۷۸۴

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

روایت ''الفئۃ الباغیہ'' کے متعلقات

قبل ازیں ''سیرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ'' کے مباحث صفین میں بقدر ضرورت اس روایت کے مفہوم اور محمل کے متعلقات بیان ہو چکے ہیں۔ اب اس مقام پر کچھ بقایا چیزیں ذکر کی جاتی ہیں جو مقام کے اعتبار سے نہایت سودمند ہیں۔

واقعہ اس طرح ہے کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بنائے مسجد نبوی کے موقع پر حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما سے ارشاد فرمایا:

((ویح عمار! تقتلك الفئة الباغية))

اور بعض مقام پر صیغہ غائب کے ساتھ یہی کلام مذکور ہے یعنی تقتله الضيئة الباغية (اوكما ذكر في الحديث) اس کا مطلب یہ ہے کہ (عمار کو) ایک باغی گروہ قتل کرے گا۔

روایت ہذا کے بعض طرق میں بعض مقامات پر اس طرح کے الفاظ بھی پائے جاتے ہیں کہ:

اول: ((يدعوهم الى الجنة ويدعونه الى النار))

''یعنی (عمار) ان کو جنت کی طرف بلاتا ہے اور وہ (لوگ) اسے آگ کی طرف بلاتے ہیں۔''

پھر اس سے آگے بعض مقامات پر الفاظ ذیل کا اضافہ بھی پایا گیا ہے:

دوم: ((لا انا لها الله شفاعتی يوم القيامة))

''یعنی یہ لوگ قیامت کے دن میری شفاعت نہیں پا سکیں گے۔''

معترض لوگ روایت ہذا اور اس کے ان اضافہ جات کے پیش نظر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کی جماعت پر باغی ہونے کے طعن کے ساتھ ساتھ ان کے جہنمی ہونے اور شفاعت سے محروم ہونے کا طعن تجویز کرتے ہیں...... مطلب یہ ہے کہ معترضین کے نزدیک امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کی جماعت باغی ہے اور جہنم کی مستحق اور شفاعت سے محروم ہے۔

جن حضرات کی شیعہ کتب کے مباحث مطاعن پر نظر ہے وہ خوب جانتے ہیں کہ اس مسئلے میں روایت ہذا ان کے نزدیک مدار طعن اور محور اعتراض ہے۔

جواب

مذکورہ اعتراض کے جواب میں اس موقع پر چند امور پیش کیے جاتے ہیں بشرط انصاف ان پر نظر غائر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فرمانے کے بعد اعتراض کا ازالہ ہو جائے گا۔ (ان شاء اللہ تعالیٰ)

❶ روایت ہذا میں نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک پیش گوئی کا ذکر خیر ہے جو اپنے مقام پر درست اور صحیح ہے۔ جمہور محدثین نے روایت ہذا کی صحت کا قول کیا ہے۔ اور اصل روایت کی صحت میں کوئی شک و شبہ نہیں۔ اگرچہ بعض لوگ اس روایت کی عدم صحت کا قول کرتے ہیں مگر یہ چیز درست نہیں اور جمہور محدثین کا موقف یہ ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

❷ روایت بالا کی صحت تسلیم کر لینے کے بعد یہ ذکر کیا جاتا ہے کہ دراصل روایت ہذا دو طرح پر منقول ہے:

اس کی ایک شکل تو وہ ہے جو عام طور پر مروی ہے اور بخاری شریف وغیرہ میں ہے یعنی بنائے مسجد نبوی کے وقت آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے حق میں ارشاد فرمایا کہ

((ویح عمار! تقتلك الفئة الباغية))

اور اس کی دوسری صورت وہ ہے جو امام بخاری رحمہ اللہ نے تاریخ صغیر میں ذکر کی ہے اور وہ اس طرح ہے کہ

((قال سعد بن عامر القرظی قال حدثتنی ام عمار (حاضنة لعمار) قالت اشتکی عمار قال لا اموت فی مرضی حدثنی حبیبی رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم انی لا اموت الا قتلا بین فئتین مؤمنین))[1]

"یعنی حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کی حضانت و نگہداشت کرنے والی خاتون کہتی ہیں کہ ایک بار عمار رضی اللہ عنہ بیمار ہو گئے (ہم لوگ ان کی بیماری کی وجہ سے سخت پریشان ہوئے) تو عمار رضی اللہ عنہ کہنے لگے (پریشان نہ ہوں) اس بیماری میں میری موت نہیں آئے گی۔ وجہ یہ ہے کہ میرے حق میں میرے حبیب (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ارشاد ہے کہ ایمانداروں کی دو جماعتوں کے درمیان میں مقتول ہوں گا اور اس صورت میں میری موت واقع ہو گی۔"

اس روایت کی روشنی میں ذیل اشیاء ثابت ہوتی ہیں:

۱۔ حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی موت قتل کی صورت میں ہو گی یعنی بستر پر موت نہیں آئے گی۔

۲۔ حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی موت مومنین کی دو جماعتوں کے درمیان واقع ہو گی۔

۳۔ یہ دونوں جماعتیں ایماندار ہوں گی بے ایمان نہیں ہوں گی۔

۴۔ ان دو جماعتوں کا باہم تنازع یا مابہ الاختلاف کا معاملہ ایسا نہیں ہو گا کہ ان کو ایمان سے خارج کر

[1] تاریخ صغیر (امام بخاری) ص ۴۲ تحت من مات بعد عثمان فی خلافۃ علی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ڈالے اور یہ دینی حدود سے متجاوز ہو جائیں۔بلکہ وہ مجتہد فیہ مسئلہ کے درجے میں ہوگا۔

۳ اصل روایت کی صحت مسلم ہونے اور اس کی دوسری شکل پیش کر دینے کے بعد یہ ذکر کر دینا ضروری ہے کہ رواۃ اور ناقلین کی طرف سے روایت کی پہلی شکل میں ادراجات اور اضافے پائے گئے ہیں، اور یہ تمام ظن راوی ہے اصل روایت کا حصہ نہیں، اور مدار طعن یہی کلمات ہیں، ان کی وجہ سے طاعنین نے طعن پیدا کر لیے ہیں۔ان کی نشاندہی کر دینے سے مسئلہ صاف ہو جاتا ہے اور قابل اشکال نہیں رہتا۔

یہ کلمات (يدعوهم الى الجنة ويدعونه الى النار) صرف راوی عکرمہ نے نقل کیے ہیں۔اس روایت کے نقل کرنے والے دوسرے راوی ان کلمات کو نہیں ذکر کرتے۔ یہ الفاظ صرف عکرمہ سے مروی روایات میں ہی پائے جاتے ہیں۔

۴ بندہ کی ایک خام جستجو کے مطابق یہ روایت قریباً بیس سے زائد مصنفین[1] نے نقل کی ہے اور ان میں

[1] اہل علم کی تسلی کے لیے ان تصانیف کا ذکر کر دینا مفید سمجھا گیا ہے جن میں روایت ''الفئۃ الباغیۃ'' نقل کی گئی ہے لیکن ان مقامات پر "يدعوهم الى الجنة ويدعونه الى النار" اور کلمہ "لا انا لها الله شفاعتی یوم القيامة" وغیرہ میں سے کوئی ایک کلمہ بھی نہیں پایا گیا:

1. مسلم شریف ج ۲ کتاب الفتن باب اشراط الساعۃ (دو بار)
2. ترمذی شریف ابواب المناقب (مناقب عمارؓ)
3. خصائص علی (امام نسائی) (متعدد بار مروی ہے)
4. مصنف عبدالرزاق ج ۱۱
5. صحیح ابن حبان ج ۸،۹ (متعدد بار)
6. مسند ابوداؤد طیالسی تحت احادیث زید بن ثابتؓ
7. مصنف ابن ابی شیبہ جلد ج ۱۵، کتاب الجمل، باب ما ذکر فی الصفین (دوبار)
8. مسند امام احمد ج ۲،۳،۴،۵،۶

ان مقامات پر صرف ایک روایت جو عکرمہ کے ذریعے سے مروی ہے اس میں (يدعوهم ...... الخ) کا اضافہ پایا گیا ہے باقی مقامات پر دستیاب نہیں ہوا۔

9. مستدرک حاکم ج ۳، ابواب فضائل عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما (متعدد بار)
10. طبقات ابن سعد ج ۳ تذکرہ عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما (متعدد بار)
11. دلائل النبوۃ (بیہقی) ج ۲ (تین بار)
12. کتاب الاعتقاد علی مذہب السلف (بیہقی) ص ۳۷۴-۳۷۵ طبع بیروت (۲ عدد روایت)
13. شرح السنہ (بغوی) ج ۱۴ باب مناقب عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما
14. مجمع الزوائد (ہیثمی) ج ۹ باب فضل عمار (بحوالہ ابی یعلی، بزار، طبرانی) (متعدد بار)

←

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے بعض تصانیف میں روایت ہذا متعدد اسانید سے مروی ہے۔ حتی المقدور جستجو کر کے یہ چیز ان کتب سے اصل ماخذ ملاحظہ کرنے کے بعد پیش کی جا رہی ہے۔ اس تحقیق کو نقل در نقل پر محمول نہ کر لیا جائے۔ نیز یہ چیز بھی ملحوظ رہے کہ یہاں ہمارا کلام اس مسئلہ میں مرفوع و متصل روایات کے متعلق ہے اور جو روایات غیر مرفوع اور مرسل یا غیر متصل ہیں یہ بحث ان کے اعتبار سے نہیں کی جا رہی ہے۔

مندرجہ بالا مرویات میں سے قریباً دو تین اسانید جو عکرمہ عن ابن عباس منقول ہیں صرف ان میں یہ کلمات پائے گئے ہیں۔ بندہ کی ایک ناقص تلاش کے مطابق ان کے ماسوا کسی صحیح مرفوع و متصل روایت میں کلمات ہذا دستیاب نہیں ہو سکے جس میں عکرمہ راوی نہ ہو۔ تا حال یہی تحقیق ہے۔ والعلم عند اللہ۔ بنا بریں یہ واضح کر دینے میں کوئی حرج نہیں کہ یہ کلمات (یدعوھم الی الجنۃ ویدعونہ الی النار) عکرمہ کی طرف سے ادراج فی الروایہ ہیں اور یہ اضافہ ظن راوی کے درجے میں ہے اور صرف اس کی طرف سے یہ کلمات اضافہ کیے گئے ہیں۔ یہ مرفوع اور متصل روایت کا حصہ نہیں ہیں۔ اس کے بعد عکرمہ کے متعلق چند ایک چیزیں پیش کی جاتی ہیں جو اس ادراج کا پس منظر واضح کرنے میں ممد و معاون ہو سکتی ہیں:

① عکرمہ مولیٰ ابن عباس حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا غلام اور شاگرد ہے اور اس کا اصل نام ابو عبداللہ عکرمہ البربری المدنی مولیٰ ابن عباس ہے۔

② عکرمہ کے متعلق علمائے رجال نے توثیق بیان کی ہے اور اس کی وثاقت اور عدالت کو کامل طور پر ذکر کیا ہے (جیسا کہ اہل علم کو معلوم ہے) اور یہ کوئی مخفی امر نہیں ہے۔

③ اس کے باوجود علمائے رجال نے مندرجہ ذیل چیزیں بھی عکرمہ کے بارے میں نقل کی ہیں:

الف: ((قال ابو خلف الخزار عن یحیی البکاء سمعت ابن عمر رضی اللہ عنہما یقول لنافع اتق اللہ ویحک یا نافع ولا تکذب علی کما کذب عکرمۃ علی ابن

←

⑮ تاریخ ابن جریر طبری ج ۶ تحت مقتل عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ

⑯ تاریخ ابن جریر طبری ج ۱۳ تحت من مات او قتل فی سنہ ۳۷ھ

⑰ حلیۃ الاولیاء (ابو نعیم) ج ۴ تحت عبداللہ بن ابی ہذیل (تین بار)

⑱ حلیۃ الاولیاء (ابو نعیم) ج ۷ تحت شعبہ بن حجاج (متعدد بار)

⑲ تاریخ بغداد (خطیب بغدادی) ج ۲، ۵، ۱۱ (متعدد بار)

⑳ کنز العمال (متقی الہندی) ج ۶، باب صفین، فضائل عمار رضی اللہ عنہ (متعدد بار)

㉑ کنز العمال، متقی الہندی ج ۷ کتاب الفضائل تحت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ (متعدد بار)

㉒ تاریخ ابن عساکر ج ۱۲ ص ۶۳۴ (مخطوط قلمی) تحت تذکرہ عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عباس)) [1]

ب: ((عن سعید بن المسیب انه کان یقول لغلامه برد: یا برد لا تکذب علی کما یکذب عکرمة علی ابن عباس)) [2]

ج: ((علی بن عبدالله بن عباس...... انه قال عکرمة یکذب علی ابی)) [3]

د: ((قال علی بن المدینی کان عکرمة یری رای نجدة الحروری)) [4]

ھ: ((ولکنه کان یری رای الخوارج رای الصفریة)) [5]

و: ((قال وکان عکرمة یری رأی الاباضیة)) [6] (فرقة من الخوارج تنسب الی عبدالله بن اباض)

ز: ((عکرمة مولی ابن عباس من اوعیة العلم تکلموا فیه لرایة لا لحفظه اتهم برای الخوارج وثقه غیر واحد...... الخ)) [7]

ح: ((قال یحیی وبلغنا عن عکرمة انه کان لا یقول هذا (ای قول الخوارج) و هذا باطل)) [8]

مندرجہ بالا چند امور جو عکرمہ کے متعلق پیش کیے ہیں ان سے مقصد یہ ہے کہ عکرمہ ذاتی طور پر اباضیہ صفریہ اور نجدہ حروری کی رائے رکھتا تھا۔ اور یہ لوگ جس طرح نظریاتی طور پر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے خلاف تھے اسی طرح حضرت عثمان اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کے بھی فکری اور نظری طور پر مخالف تھے۔ ان کو تاریخ میں خوارج کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

ان حالات کے اعتبار سے اگر عکرمہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے مقام و مرتبہ اور ان کی جماعت کے

---

۱ تہذیب التہذیب ص ۲۶۷-۲۶۸ ج ۷ تحت عکرمہ مولیٰ ابن عباس رضی اللہ عنہما

۲ کتاب المعرفہ والتاریخ (بسوی) ص ۵ ج ۲ تحت عکرمہ مولیٰ ابن عباس رضی اللہ عنہما
تہذیب التہذیب ص ۲۶۷-۲۶۸ ج ۷ تحت عکرمہ مولیٰ ابن عباس رضی اللہ عنہما

۳ تہذیب التہذیب ص ۲۷۸ ج ۷ تحت عکرمہ مولیٰ ابن عباس رضی اللہ عنہما

۴ کتاب المعرفہ والتاریخ ص ۷ ج ۲ تحت عکرمہ مولیٰ ابن عباس رضی اللہ عنہما

۵ الکامل (ابن عدی) ص ۱۹۰۵ ج ۱ تحت عکرمہ مولیٰ ابن عباس رضی اللہ عنہما
طبقات ابن سعد ص ۲۱۶ ج ۵ (طبع لیڈن) تحت عکرمہ

۶ کتاب المعرفہ والتاریخ (بسوی) ص ۱۲ ج ۲ تحت عکرمہ مولیٰ ابن عباس رضی اللہ عنہما

۷ المغنی فی الضعفاء (ذہبی) ص ۴۳۸ ج ۲ تحت عکرمہ مولیٰ ابن عباس رضی اللہ عنہما

۸ التاریخ (یحییٰ بن معین المتوفی ۲۳۳ھ) ص ۴۱۲ ج ۲، ص ۱۰۶ ج ۳

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خلاف کوئی بات اپنی طرف سے روایت میں درج کرے تو یہ ممکن ہے۔ یہ چیز ادراج شمار ہوگی، افترا نہیں۔ اور ہم اسے بھی ایک احتمال کے درجے میں ذکر کر رہے ہیں۔

④ اس مقام پر یہ چیز بھی قابل لحاظ ہے کہ مذکورہ کلمات نقل کرنے میں عکرمہ کا کوئی متابع نہیں پایا گیا۔ اگر ایسا ہوتا تو ہم اسے ادراج نہ کہتے۔ قاعدہ یہ ہے کہ جس راوی کا روایت کے متعلق متابع نہ پایا جائے وہ قابل تسلیم نہیں سمجھی جاتی اور اس پر کامل اعتماد نہیں ہوتا۔ اس بنا پر یہ مدرج کلمات لائق اعتبار نہیں ہیں۔

علی سبیل التنزل

اگر اس نقد سے قطع نظر کر لی جائے تو علمائے کرام نے ان کلمات کے محمل کے لیے متعدد توجیہات ذکر کی ہیں:

① عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کو اسلام کے ابتدائی دور میں کفار کی طرف سے ایذا رسانی کی جاتی تھی اور حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو اسلام ترک کرنے پر مجبور اور مقہور کیا جاتا تھا۔ اس کے باوجود آپ توحید اور اسلام پر ثابت قدم رہے۔ اس ابتدائی اور آزمائشی دور میں بعض دفعہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے متعلق ارشاد فرمایا:

①((فان رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم قال لعبت قریش بعمار "ما لهم ولعمار؟ عمار يدعوهم الى الجنة ويدعونه الى النار))[1]

"یعنی اس حال میں کہ قوم قریش عمار کے ساتھ ایذا رسانی کرتے ہوئے کھیل بناتے تھے نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان کے لیے اور عمار کے لیے کیا ہے؟ عمار ان کو جنت کی طرف دعوت دیتا ہے اور یہ لوگ اسے دوزخ کی طرف بلاتے ہیں۔"

② اور بعض جگہ اسی روایت کے آخر میں مزید یہ کلمات بھی پائے جاتے ہیں وذالك داب الاشقياء الفجار[2]

"یعنی یہ فاجر اور شقی لوگوں کا طریقہ ہے جو انھوں نے اختیار کر رکھا ہے۔"

اسی مفہوم کو صاحب فیض الباری الشیخ الکبیر مولانا محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ نے مندرجہ ذیل عبارت میں بیان کیا ہے۔

---

[1] البدایہ (ابن کثیر) ص ۲۶۸ ج ۷ تحت بحث صفین
تاریخ ابن عساکر (مخطوط قلمی) ص ۶۲۶ ج ۱۲ تحت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما

[2] فضائل الصحابہ (امام احمد) ص ۸۵۸ ج ۲ تحت فضائل عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما
کنز العمال (علی متقی الہندی) ص ۵ ۔ ج ۷ تحت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کتاب الفضائل
تاریخ ابن عساکر (مخطوط قلمی) ص ۶۲۶ ج ۱۲ تحت تذکرہ عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

③((اما قوله "يدعوهم الى الجنة" فاستيناف لحاله مع المشركين و قريش العرب و اشارة الى المصائب التى اتت عليه من جهة قريش و تعذيبهم والجاءهم اياه على ان يكفر بربه فابى الا ان يقول الله احد وفيه قلت بادہ نوشان غمت داودؒ و معروفؒ و جنیدؒ جاں فروشان درت عمارؓ و سلمانؓ و بلالؓ فهذه حكاية للقصة الماضية و منقطعة عما قبلها لا اخبار عن حال قاتليه))[1]

''یعنی يدعوهم الى الجنة والا جملہ مستانفہ ہے اور مشرکین و قریش عرب کے حال کو بیان کرنے کے لیے ہے اور وہ مصائب جو قریش کی طرف سے تعذیب اور جبر کی صورت میں حضرت عمار رضی اللہ عنہ پر وارد کیے گئے تھے ان کی طرف اشارہ ہے کہ وہ لوگ عمار رضی اللہ عنہ کو اپنے رب کے ساتھ کفر پر مجبور کرتے تھے اور عمار انکار کرتے ہوئے ''اللہ احد'' پکارتے تھے۔ پس یہ جملہ گزشتہ قصہ کی حکایت کے طور پر منقول ہے اور اپنے ماقبل سے منقطع ہے اور عمار رضی اللہ عنہ کے قاتلین کے حال کے ساتھ اس جملے کا تعلق نہیں۔ اور اسی کیفیت کے مناسب جناب حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے مذکورہ فارسی شعر ذکر فرمایا ہے۔''

مختصر یہ ہے کہ یہ جملہ اگر واقع میں روایت کا جز ہے تو اس کا محمل اور محل سابقہ ابتلائی آزمائشی دور ہے اور رواۃ نے اپنے تصرفات کی بنا پر اہل اسلام کے باہم قتال کی طرف لگا دیا ہے جو مقام ''صفین'' میں پیش آیا تھا۔

④ اور اگر ان کلمات کا سابق دور کے ساتھ تعلق نہ بھی بنایا جائے تو علمائے کرام نے ان کلمات کا مفہوم ذیل صورت میں ذکر کیا ہے:

((فالجواب انهم كانوا ظانين انهم يدعون الى الجنة وان لم يكونوا كذالك بحسب الواقع لكنهم معذورون للتاويل الذى ظهر لهم لكونهم مجتهدين لا لوم عليهم))[2]

اور اسی طرح شارح بخاری شریف علامہ کرمانی رحمہ اللہ نے بھی یہی توجیہ ذکر کرتے ہوئے تحریر کیا ہے کہ

((قلت انهم كانوا ظانين انهم يدعونه الى الجنة وان كان فى الواقع دعاء الى

[1] فیض الباری (الشیخ مولانا محمد انور شاہ صاحب کشمیری) ص۵۲ ج۲ تحت الحدیث (طبع مجلس علمی، ڈابھیل)

[2] فتح الباری شرح صحیح البخاری (ابن حجر) ص۴۳۰ ج۱، کتاب الصلوۃ باب التعاون فی بناء المسجد

فیض الباری حاشیہ بخاری شریف ص۵۲ ج۲ باب التعاون فی بناء المسجد

لامع الدراری علیٰ جامع البخاری ص۱۷۴ ج۱ طبع اول (ہند)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

النار وھم مجتھدون یجب علیھم متابعة ظنونھم))[1]

''ان عبارات کا مفہوم یہ ہے کہ عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کے ساتھ مقاتلہ کرنے والے اپنے زعم میں جنت کی طرف دعوت دے رہے ہیں اگرچہ واقع کے اعتبار کے غلطی پر تھے لیکن وہ اپنی تاویل فکر کی بنا پر مجتہد معذور کے درجے میں تھے۔ ان پر اپنے ظن و گمان کی متابعت لازم تھی فلہٰذا یہ لوگ قابل ملامت و مذمت نہیں۔''

④ دیگر توجیہ

روایت مذکورہ کے اعتبار سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی جماعت پر بغاوت کا اطلاق کیا جاتا ہے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ امیر جماعت تھے فلہٰذا ان پر بھی اطلاق بغاوت ہوتا ہے۔

اس چیز کے متعلق اہل علم حضرات دیگر توجیہات کے علاوہ ایک یہ توجیہ بھی ذکر کرتے ہیں کہ ان ایام میں جو حالات پیدا ہوگئے اور اس دور کے جو تقاضے سامنے آئے وہ بہت ہی نازک مراحل تھے، ان کی صحیح کیفیات کا اندازہ بعد والے لوگ نہیں لگا سکتے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس وقت خلیفہ برحق کے خلاف جو اقدام کیا تھا وہ بہ تقاضائے حالات ایک امر مجبوری تھا۔ اس کی مثال اس مسئلے کی شکل میں سمجھ لی جائے کہ نمازی کے لیے نماز کو بلاوجہ توڑ دینا ناجائز اور ممنوع ہے لیکن اگر دیکھے کہ نابینا شخص ہے اور آگے کنواں ہے یا بچے کا چھت پر سے گر جانے کا اندیشہ پیدا ہوگیا ہے وغیرہ وغیرہ، تو ایسے وقت میں ان کو بچانے کے لیے نماز کی نیت توڑ دینا واجب ہے۔

اسی طرح بغاوت کے مسئلے میں یہ یہی صورت پیدا ہوگئی تھی کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی رائے میں اس وقت بغاوت ایسی ہی ضروری تھی جیسا کہ مذکورہ بالا مسئلے میں نقض صلوٰۃ ہے۔ فلہٰذا انھوں نے ان تقاضوں کے تحت خلیفہ وقت سے اختلاف اپنے اجتہاد فکر کی بنا پر کیا تھا۔ تاہم علماء نے اس خلاف کے متعلق درج ذیل قول تحریر کیا ہے۔ جیسا کہ ہم نے ''سیرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ'' میں مباحث صفین کے تحت ذکر کیا ہے کہ

((ان اھل السنة اجمعوا علی ان من خرج علی علی کرم اللہ وجھہ خارج علی الامام الحق الا ان ھذا البغی الاجتھادی معفوعنه))[2]

''یعنی اہل سنت والجماعت کا اس بات پر اجماع اور اتفاق ہے کہ ان کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف کھڑے ہونا بنا بر اجتہاد ہے اور وہ ان کے حق میں معاف ہے۔''

---

1. شرح کرمانی علی البخاری ص ۱۰۷-۱۰۸ ج ۴ کتاب الصلوٰۃ باب التعاون فی بناء المسجد
2. الناہیہ عن طعن معاویہ ص ۳۸ تحت الجواب التاسع، طبع ملتان

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوسرا جملہ

روایت مذکورہ میں بعض مقامات پر یہ کلمات (لا انا لھا اللہ شفاعتی یوم القیامة) پائے جاتے ہیں۔ ان کے متعلق کبار علماء نے صاف فیصلہ دے دیا ہے کہ یہ بالکل بے اصل اور موضوع ہیں اور دروغ محض ہیں۔ چنانچہ علمائے کرام فرماتے ہیں:

① ((واما قوله "لا انا لها الله شفاعتي" فكذب مزيد في الحديث لم يروه احد من اهل العلم باسناد معروف))[1]

②((ومن زاد في هذا الحديث بعد تقتلك الفئة الباغية لا انا لها الله شفاعتي يوم القيامة فقد افترى في هذه الزيادة على رسول الله ﷺ فانه لم يقلها اذ لم تنقل من طريق تقبل والله اعلم))[2]

③ ((وما زاده الروافض في هذا الحديث بعد قوله "الباغية" "لا انا لها الله شفاعتي يوم القيامة" فهو كذب و بحت على رسول الله ﷺ فانه قد ثبت الاحاديث عنه صلوات الله عليه وسلامه بتسمية الفريقين مسلمين))[3]

"مطلب یہ ہے کہ روایت مذکورہ بالا میں اس نوع کے کلمات بعض مخالفین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اضافہ کر دیے ہیں اور نبی کریم ﷺ کی طرف غلط انتساب کیا ہے کیونکہ نصوص میں باہم قتال کرنے والے دونوں فریقوں کو آنجناب ﷺ نے "مسلمان اور مومن" فرمایا ہے اور یہ اہل اسلام کے دونوں فریق ہیں (اگرچہ ایک فریق حقیقت میں حق پر ہے اور دوسرا فریق اپنے زعم میں حق پر ہے)۔"

اہل اسلام کے لیے نبی اقدس ﷺ کی شفاعت علیٰ حسب الاذن سب کے لیے ہو سکتی ہے فلہٰذا قیامت کے دن مسلمان کے لیے شفاعت نبوی کی نفی کرنا درست نہیں۔

اختتام بحث ہذا میں

① اولاً یہ چیز ذکر کی جاتی ہے کہ مسئلہ ہذا کے یہ تمام مراحل روایت کی شکل اول پر مبنی تھے (جس میں "الفئة الباغية" کے الفاظ پائے جاتے ہیں) اور اس روایت کی دوسری شکل جو حاضنہ عمار سے منقول و مروی ہے (انی لا اموت الا قتلا بین فیئتین مومنین) جس طرح کہ ابتدائے بحث میں بیان کر دیا گیا

---

[1] منہاج السنۃ (ابن تیمیہ) ص۱۹۴ ج۳ تحت بحث ہذا

[2] البدایہ والنہایہ (ابن کثیر) ص ۲۱۸ ج۳ تحت فصل فی بناء المسجد......الخ

[3] البدایہ والنہایہ (ابن کثیر) ص ۲۷۱ ج ۷ تحت بحث قتل عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما......الخ (طبع اول مصر)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ اس روایت کی روشنی میں معاملہ بالکل واضح ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اپنی جماعت سمیت صفت ایمان سے متصف ہیں اور باغی و طاغی نہیں۔

روایت کی ایک صورت اختیار کر کے اس پر کئی نتائج اپنی طرف سے متفرع کرنا اور اس فرمان نبوی کے دیگر پہلو کو نظر انداز کر دینا دین و انصاف کے تقاضوں کے برخلاف ہے۔ نیز اختلاف رائے کے ایک وقتی دور کے گزر جانے کے بعد ان پر یہ الزامات قائم کرنے کا کوئی جواز باقی نہیں رہتا۔

(۲) ثانیاً یہاں یہ ذکر کر دینا فائدہ سے خالی نہیں کہ تاریخی مسلمات میں سے ہے کہ ان مشاجرات کے بعد حضرت علی المرتضیٰ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کے مابین ۴۰ھ میں صلح و مصالحت[۱] ہو گئی تھی پھر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد امام حسن رضی اللہ عنہ کی بھی ربیع الآخر یا جمادی الاولیٰ ۴۱ھ میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ صلح ہو گئی اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے بیعت خلافت کر لی۔ اس ''صلح'' اور ''بیعت'' کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ تمام اہل اسلام کے لیے خلیفہ برحق تجویز ہو گئے اور صحیح امام المسلمین اور امیر المومنین ٹھہرے۔ اس ابتلائی دور کے گزر جانے کے بعد سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ باغی نہیں، نہ طاغی ہیں، نہ فاسق ہیں نہ جائر ہیں اور نہ ظالم ہیں۔

مختصر یہ ہے کہ زیر بحث روایت کا تعلق ایک خاص دور کے ساتھ ہے اس کے ختم ہو جانے کے بعد پھر ان مسائل کو کھڑا کرنا اسلامی اتحاد کو پارہ پارہ کرنے کے مترادف ہے اور محاسبہ آخرت سے بے فکری کا مظاہرہ ہے۔ اس چیز کو قبل ازیں ''سیرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ'' (مباحث صفین) میں تحت روایت ہذا ذکر کر دیا ہے اور یہاں یہ چیز اہم اضافہ جات کے ساتھ بطور یاد دہانی کے دہرائی گئی ہے۔

---

[۱] تاریخ طبری ص ۸۱ ج ۶ تحت سنہ ۴۰ھ
الکامل (ابن اثیر جزری) ص ۱۹۳ ج ۳ تحت سنہ ۴۰ھ
البدایہ (ابن کثیر) ص ۳۲۲ ج ۷ تحت سنہ ۴۰ھ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طلقاء کی بحث

معترض لوگ طلقاء کی بحث کو اس طرح بیان کرتے ہیں گویا ''طلقاء'' حقارت اور نفرت کا کلمہ ہے اور جن لوگوں کے حق میں یہ کلمہ استعمال کیا گیا وہ قابل نفرت اور حقارت تھے۔ اور طاعنین ان حضرات کو طلیق ابن طلیق کہہ کر مذمت کے عنوانات سے نوازتے ہیں اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی ذات گرامی کو اس طعن کا خاص مورد گردانتے ہیں۔

جواب

اس بحث کے لیے ذیل میں ہم چند امور بیان کرنا ضروری خیال کرتے ہیں۔ ان کو ملاحظہ فرما کر قارئین کرام اطمینان حاصل کر سکیں گے۔

اس مسئلے کی وضاحت کے لیے یہ چیز معلوم کرنا ضروری ہے کہ جناب سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کلمات کس موقع پر اور کس صورت میں ارشاد فرمائے؟ اور آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کے مخاطبین کون لوگ تھے؟ چند مخصوص افراد تھے یا عام جماعت تھی؟ کیا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم "انتم الطلقاء" کو کلمہ حقارت و نفرت سمجھتے تھے؟ اور کیا طلقاء منصب خلافت کے اہل ہیں یا نہیں؟

کلمہ "انتم الطلقاء" کا مورد

کلمہ "انتم الطلقاء" ارشاد فرمانے کا موقع اس طرح پیش آیا کہ رمضان المبارک ۸ھ میں فتح مکہ کے موقع پر نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم باب کعبہ کے پاس قیام فرما ہوئے اور وہاں مختلف احکامات صادر فرمائے۔ ان فرامین میں سے ایک فرمان درج ذیل ہے:

''اے گروہ قریش! اللہ تعالیٰ نے تم سے دور جاہلیت کا تکبر وغرور اور اپنے آباء واجداد کے ساتھ فخر و تفاخر دور فرما دیا ہے۔ تمام لوگ آدمؑ سے ہیں اور آدم مٹی سے ہیں۔ پھر یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی: يَآيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى...... پھر فرمایا اے گروہ قریش! تمھارا کیا خیال ہے میں تمھارے ساتھ کیا معاملہ کروں گا؟ لوگوں نے کہا: آپ بہتر معاملہ کریں گے کیونکہ آپ مہربان اور شریف ہیں اور مہربان اور شریف کی اولاد ہیں۔ پھر آپ نے فرمایا ((اذھبوا انتم

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طلقاء))[1] یعنی تم سب کو معافی دی گئی، رخصت ہو جاؤ۔"

ابن کثیر رحمہ اللہ نے اس مقام پر لکھا ہے کہ:

((ثم قال یا معشر قریش! ما ترون انی فاعل فیکم؟ قالوا خیرا اخ کریم وابن اخ کریم قال اذھبوا فانتم الطلقاء))[2]

"یعنی جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے قریش کی جماعت! تمھارا کیا خیال ہے کہ میں تمھارے ساتھ کیا معاملہ کروں گا؟ انھوں نے جواب میں عرض کیا کہ آپ ہمارے ساتھ خیر و سلامتی سے پیش آئیں گے۔ آپ مہربان بھائی ہیں اور مہربان بھائی کے فرزند ہیں۔ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم لوگ رخصت ہو جاؤ، تمھیں معافی دی گئی ہے۔"

پھر آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا عثمان بن طلحہ کہاں ہیں؟ (عثمان بن طلحہ کلید بردار کعبہ تھے)۔ پس ان کو بلایا گیا۔ جب وہ حاضر ہوئے تو نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں کلید کعبہ عنایت فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:

((الیوم یوم بر و وفاء))[3]

"یعنی آج احسان و وفا کا دن ہے (بدلہ لینے اور سزا قائم کرنے کا دن نہیں ہے)۔"

ابن خلدون رحمہ اللہ نے اس مقام پر اسی مضمون کو بالفاظ ذیل ذکر کیا ہے:

((ثم منّ علی قریش بعد ان ملکھم یومئذ وقال اذھبوا فانتم طلقاء واسلموا))[4]

"یعنی سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس روز قریش پر قابو پانے کے بعد احسان جتلاتے ہوئے ارشاد فرمایا: تم کو معافی دی گئی ہے رخصت ہو جاؤ اور اسلام میں داخل ہو جاؤ۔"

طلقاء کے مخاطبین

یہاں یہ چیز بھی قابل توجہ ہے کہ خطبہ مذکورہ کے وقت قریش مکہ کے متعدد قبائل پیش خدمت تھے۔ ان تمام حاضرین سے سردار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے خطاب فرمایا، کوئی ایک قبیلہ یا چند مخصوص افراد مخاطب نہیں تھے اور خواص افراد کے لیے کوئی خصوصی خطاب نہ تھا بلکہ اس وقت آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بہت سے قبائل[5]

---

1. سیرت ابن ہشام ص۴۱۲ ج۲ تحت طواف الرسول بالبیت
2. البدایہ والنہایہ (ابن کثیر) ص۳۰۱ ج۴ تحت احوال فتح مکہ، طبع مصر
3. البدایہ والنہایہ (ابن کثیر) ص۳۰۱ ج۴ تحت احوال فتح مکہ
4. تاریخ ابن خلدون ص۵ ج۳ قسم اول تحت دولۃ بنی امیہ طبع بیروت
5. علمائے کرام نے اس مقام پر یہ صراحت کی ہے کہ فتح مکہ کے دن جو قبائل مسلمان ہوئے تھے وہ دو ہزار کے قریب قریب ←

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حاضر تھے مثلاً بنی تیم، بنی عدی، بنی مخزوم، بنی خزیمہ، بنی اسد، بنی نوفل، بنی زہرہ، بنی ہاشم اور بنی عبدالشمس (بنوامیہ) وغیرہ وغیرہ قبائل موجود تھے۔

ان تمام حاضرین کے حق میں فرمان نبوت صادر ہوا تھا کہ اذهبوا انتم الطلقاء اور آنجناب ﷺ نے اس وقت اپنے خطبے میں یا معشر قریش کے الفاظ متعدد بار استعمال فرمائے تھے چنانچہ یہی الفاظ اس بات کا قرینہ ہیں کہ آنجناب ﷺ کا مخصوص افراد یا مخصوص قبیلہ سے خطاب کرنا مقصود نہ تھا۔ فلہٰذا بنوامیہ کے مخصوص چند افراد مثلاً ابوسفیان، امیر معاویہ، ولید بن عقبہ، عبداللہ بن سعد بن ابی سرح وغیرہ رضی اللہ عنہم کو طلقاء طلقاء کہہ کر عوام میں نفرت پھیلانا درست نہیں۔

نیز ''الطلقاء'' کا کلمہ صرف معافی کے الفاظ ہیں، یہ کلمات کوئی مذمت یا حقارت وتحقیر کے لیے نہیں کہ جن سے عوام میں تنفر ونفرت پیدا کی جائے۔ مزید برآں یہ چیز بھی قابل لحاظ ہے کہ اس لفظ کی وجہ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور میں باہمی حقارت اور تنفر قائم نہیں تھا اور نہ یہ الفاظ ان حضرات کے حق میں بطور طعن استعمال کیے جاتے تھے۔

طلقاء کے لیے مناصب

اب اس کے بعد یہ چیز ذکر کی جاتی ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر طعن کرنے والے احباب اس مسئلے کو بڑی اہمیت دیتے ہیں کہ طلقاء جس طرح منصب خلافت کے لیے اہل نہیں اسی طرح کسی دیگر منصب کے بھی اہل نہیں۔

← افراد تھے۔ ان میں سے بعض حضرات اسلام لانے کے بعد اخیار المسلمین میں شمار کیے گئے مثلاً حارث بن ہشام، سہل بن عمرو، صفوان بن امیہ، عکرمہ بن ابی جہل، یزید بن ابی سفیان، حکیم بن حزام، ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب (ہاشمی)، عتاب بن اسید اور معاویہ بن ابی سفیان وغیرہ۔ یہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اسی فتح مکہ کے موقع پر اسلام لائے اور ان کا اسلام مقبول ومنظور ہوا۔[1]

مزید برآں اس مقام پر یہ ذکر کر دینا مناسب ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی ہمشیر محترمہ ام ہانی بنت ابی طالب رضی اللہ عنہا بھی اسی موقع پر مشرف باسلام ہوئیں اور بقول خود طلقاء کے خطاب میں شامل تھیں۔[2] اور دیگر ہاشمی حضرات کے ساتھ معافی پانے والے افراد کے زمرے میں داخل تھیں۔ کیونکہ کلمہ ''انتم الطلقاء'' میں دیگر قبائل کے ساتھ بنی ہاشم کے وہ افراد بھی وہ جو قبل ازیں اسلام نہ لاسکے تھے شامل وشریک تھے۔

ناظرین کرام کو معلوم ہونا چاہیے کہ ام ہانی بنت ابی طالب رضی اللہ عنہا کا مختصر حال ہم نے سیرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ میں عنوان ''خواہران'' (بہن) کے تحت ذکر کر دیا ہے۔

---

1. منہاج السنۃ ص۲۰۲ ج۲ تحت قول الرافضی ان رسول اللہ ﷺ طعن معاویہ طلیق ابن طلیق
2. تاریخ الخمیس ص۱۶۳ ج۱ تحت اولاد ابی طالب، ص۱۷۲ ج۱ تحت ذکر من خطب علیہ السلام من النساء...... الخ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گویا معترضین کے نزدیک اسلامی معاشرے میں طلقاء کا کوئی مقام و مرتبہ نہیں اور نہ وہ کسی منصب دیے جانے کے اہل ہیں اور ان کو اہل اسلام ہمیشہ حقارت و نفرت کی نگاہ سے دیکھتے تھے، اسلام میں اور مسلمانوں میں ان کو کوئی اعزاز حاصل نہیں۔

طاعنین کے ان نظریات کے جواب میں مختصراً ہم مندرجہ ذیل چیزیں پیش کرتے ہیں، بنظر انصاف انھیں ملاحظہ فرمائیں۔ یہاں سے ان حضرات کا مقام و مرتبہ خود بخود واضح ہو جائے گا، کسی سوال و جواب کی حاجت نہ رہے گی:

① عہد نبوی میں فتح مکہ کے بعد نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے عتاب بن اَسید رضی اللہ عنہ (جو طلقاء میں سے ہیں) کو مکہ مکرمہ کا والی اور حاکم مقرر فرمایا۔

((وعتاب بن اسید رضی اللہ عنہ الذی ولاہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم مکۃ لما فتحھا))[1]

② ابوسفیان بن حرب رضی اللہ عنہ جو طلقاء میں سے تھے اور بنی امیہ کے روساء میں سے تھے ان کو نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی اہم مناصب عنایت فرمائے مثلاً:

① قبیلہ بنی ثقیف میں ایک لات نامی بت کو گرا کر پاش پاش کرنے کے لیے ان کو روانہ فرمایا۔

((وبعثہ (مغیرۃ بن شعبۃ رضی اللہ عنہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعد اسلام اھل الطائف ھو و ابوسفیان بن حرب فھدما اللات))[2]

② جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نجران کے علاقے پر ابوسفیان بن حرب رضی اللہ عنہ کو عامل اور حاکم بنا کر ارسال فرمایا

((واستعملہ (ابوسفیان بن حرب رضی اللہ عنہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی نجران))[3]

③ یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما جو ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے بڑے فرزند اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے برادر کبیر ہیں ان کو نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی فراس کے صدقات پر عامل بنا کر بھیجا۔

① ((واستعملہ (یزید بن ابی سفیان) النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی صدقات بنی فراس وکانوا اخوالہ))[4]

---

[1] منہاج السنۃ النبویہ ص ۲۰۲ ج ۲ تحت قال المرتضی مع ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعن معاویہ الطلیق بن الطلیق

[2] البدایہ والنہایہ (ابن کثیر) ص ۳۰ تا ۳۳ ج ۵ تحت قدوم وفد ثقیف

البدایہ والنہایہ (ابن کثیر) ص ۴۹ ج ۸ تحت سنہ ۵۰ھ تحت احوال مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ

[3] کتاب نسب قریش (مصعب زبیری) ص ۱۲۲ تحت ولد حرب بن امیہ

[4] تاریخ خلیفہ ابن خیاط ص ۶۲ ج ۱ تحت عمال نبوی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابو جعفر بغدادی رحمہ اللہ نے کتاب المحبر میں لکھا ہے کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کو تیما کے علاقے کا امیر مقرر فرمایا۔

② ((یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما (امرہ) علی تیماء))[1]

معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما جو طلقاء میں سے ہیں ان کو جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیگر کاتبان وحی مثلاً زید بن ثابت وغیرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ کتابت وحی کے منصب پر فائز فرمایا۔

①((وکان زید بن ثابت رضی اللہ عنہ من الزم الناس لذالک ثم تلاہ معاویۃ بعد الفتح فکانا ملازمین للکتابۃ بین یدیہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الوحی وغیر ذالک لا عمل لھما غیر ذالک))[2]

''یعنی زید بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ (فتح مکہ کے بعد) اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ دونوں آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں کتابت کے لیے حاضر باش خادم تھے، چاہے وحی کی کتابت ہو یا غیر وحی کی کتابت ہو۔ ان کے ذمہ دیگر کام نہیں تھا۔''

②اور عہد نبوی میں وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کو ایک قطعہ اراضی دینے کے لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو روانہ فرمایا۔ (یمن کے علاقے میں حضرموت کے مقام پر سے یہ قطعہ زمین عنایت فرمایا گیا تھا)۔

((واقطعہ ارضا وارسل معہ معاویۃ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما وقال اعطھا ایاہ))[3]

یہ چند ایک مناصب وعہدہ جات (برائے طلقاء) جو عہد نبوت میں عطا فرمائے گئے تھے بطور نمونہ ذکر کیے گئے ہیں اور حضرات شیخین کے عہد میں بھی طلقاء کو متعدد مناصب عطا کیے گئے لیکن اس مسئلے کی تفصیلات میں ہم نہیں گئے۔ رفع اعتراض کے لیے اسی قدر کافی خیال کیا گیا ہے۔

مختصر یہ ہے کہ طلقاء حضرات عہد نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں حقارت و ذلت کی نگاہ سے ہرگز نہیں دیکھے جاتے تھے بلکہ اسلام و اہل اسلام کی نظروں میں صاحب وقار اور باعزت افراد تھے۔ اسی بنا پر طلقاء کو یہ مناصب عطا

---

[1] الاصابہ مع الاستیعاب ص ۶۱۹ ج ۳ تحت یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما
کتاب المحبر، ص ۱۲۶ تحت امراء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

[2] جوامع السیرۃ (ابن حزم اندلسی) ص ۲۷ تحت کتابہ صلی اللہ علیہ وسلم
سیرۃ حلبیہ ص ۳۶۴ ج ۳ باب ذکر المشاہیر من کتابہ صلی اللہ علیہ وسلم

[3] الاصابہ ص ۹۶ ج ۳ مع الاستیعاب تحت ذکر وائل بن حجر رضی اللہ عنہ
تاریخ کبیر (امام بخاری) ص ۱۷۵ ج ۴ تحت ذکر وائل بن حجر رضی اللہ عنہ
مشکوٰۃ شریف ص ۲۹۵ باب احیاء الموات والشرب، الفصل الثانی، طبع نور محمدی، دہلی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فرمائے گئے۔ نیز بنی امیہ اور غیر بنی امیہ کا امتیاز بھی اس مسئلے میں روا نہیں رکھا گیا۔ اموی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے خلاف یہ غلط پروپیگنڈا ہے کہ یہ لوگ نگاہ نبوت میں کوئی مقام نہیں رکھتے تھے۔

مندرجہ بالا واقعات ہی ان کے جواب کے لیے کافی شواہد ہیں۔ اس مسئلے کی تفصیلات اگر ملاحظہ کرنی مقصود ہوں تو ہماری کتاب ''مسئلہ اقربا نوازی'' (ص۳۱۶ تا ۳۲۴) کی طرف رجوع کریں اور ہمارے کتابچہ ''حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ اور ان کی اہلیہ'' میں بھی اس مضمون کی وضاحت مل سکے گی۔ بقدر ضرورت مناصب کی تشریحات وہاں درج کر دی ہیں۔

کیا طلقاء خلافت کے اہل ہیں یا نہیں؟

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی ذات گرامی پر اعتراض قائم کرنے والے احباب ایک یہ اعتراض بھی بڑی آب وتاب سے ذکر کرتے ہیں کہ بعض اکابرین (عبدالرحمٰن بن غنم اشعری رضی اللہ عنہ) نے ان کے حق میں فرمایا کہ:

((وهو من الطلقاء الذين لا تجوز لهم الخلافة))

''یعنی امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) طلقاء میں سے ہیں جن کے لیے خلافت جائز اور صحیح نہیں۔''

اور عبدالرحمٰن بن غنم رضی اللہ عنہ کا یہ کلام درج ذیل واقعہ میں مذکور ہے:

واقعہ اس طرح ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہما دونوں بطور قاصد کے تشریف لے گئے اور جب وہاں سے واپس ہوئے تو حمص کے مقام پر ان دونوں حضرات کی عبدالرحمٰن بن غنم رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی۔ ان دونوں سے عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے گفتگو کی اور کہا: تعجب کی بات ہے کہ تمھارے لیے یہ کس طرح جائز ہے کہ تم حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس بات کی دعوت دیتے ہو کہ وہ خلافت کے معاملہ میں شوریٰ بنائیں، حالانکہ تم جانتے ہو کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ مہاجرین وانصار اور اہل حجاز وعراق نے بیعت کر لی ہے۔ جو لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت پر رضا مند ہو گئے ہیں وہ ان لوگوں سے بہتر ہیں جو ان کو ناپسند کرتے ہیں، اور جن لوگوں نے ان سے بیعت کی ہے وہ ان لوگوں سے بہتر ہیں جنھوں نے بیعت نہیں کی۔ معاویہ (رضی اللہ عنہ) کے لیے شوریٰ کے معاملے میں کیا دخل ہے؟ حالانکہ وہ تو ''طلقاء'' میں سے ہیں جن کے لیے خلافت جائز نہیں۔ وہ اور ان کے باپ احزاب کے سرداروں میں سے تھے۔

عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ سے جب یہ کلام ان دونوں حضرات نے سنا تو انھیں اپنے فعل (پیغام رسانی) پر ندامت ہوئی اور انھوں نے اس معاملہ سے رجوع کر لیا۔

یہاں سے معلوم ہوا کہ بقول مذکور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ خلافت کے اہل نہ تھے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جواب

اس مقام پر بعض چیزیں پیش نظر رکھنے کے قابل ہیں ان کو ذیل میں ذکر کیا جاتا ہے اس کے بعد مذکورہ بالا شبہ کا جواب پورا ہو جائے گا مزید کسی بحث کی حاجت نہ رہے گی۔

ناظرین کرام مطلع رہیں کہ سوال میں جو واقعہ عبدالرحمٰن بن غنم اور ابو ہریرہ و ابو درداء رضی اللہ عنہم کے مابین عتاب اور سرزنش مذکور ہے وہ فی الحقیقت درست نہیں اور غلط ہے۔ اس کے متعلق اکابر علماء نے کلام کر دیا ہے جو ہم ذیل میں ناظرین کرام کے لیے پیش کرتے ہیں:

اصل بات یہ ہے کہ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ جن کا نام عویمر ابن عامر ہے ان کے متعلق اکابر تذکرہ نویسوں نے اصح الاقوال (یعنی صحیح ترین قول) کی بنا پر تصریح کر دی ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت سے قریباً دو سال قبل ان کی وفات ہو چکی تھی۔ جب کہ یہ عتاب کا واقعہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بیعت ہو جانے کے کافی بعد کا ہے۔ فلہذا عبدالرحمٰن بن غنم رضی اللہ عنہ سے ابو ہریرہ اور ابودرداء رضی اللہ عنہما کے جس مکالمے کا اوپر ذکر کیا گیا ہے وہ فی الحقیقت صحیح نہیں۔

❶ پہلی بات یہ ہے کہ صاحب ''الاستیعاب'' یعنی ابن عبدالبر رحمہ اللہ خود اپنی کتاب میں ابو درداء یعنی عویمر ابن عامر کے ترجمہ کے تحت لکھتے ہیں کہ ابودرداء رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت سے قریباً دو سال پہلے فوت ہو چکے تھے اور اہل اخبار میں سے ایک طائفہ نے کہا ہے کہ ابودرداء رضی اللہ عنہ صفین کے بعد ۳۸ھ یا ۳۹ھ میں فوت ہوئے لیکن......

((والاکثر والاشھر والاصح عند اھل الحدیث انہ توفی فی خلافة عثمان بعد ان ولاہ معاویة قضاء دمشق))[1]

---

[1] الاستیعاب (ابن عبدالبر) ص ۱۱۷، ج ۳ تحت عویمر بن عامر بن قیس (ابی درداء رضی اللہ عنہ)
الاستیعاب (ابن عبدالبر) ص ۶۰-۶۱ ج ۴ تحت ابی درداء رضی اللہ عنہ، طبع مصر مع الاصابہ

یہاں ایک مختصر سی چیز اہل علم کے فائدہ کے لیے درج کرنی مناسب خیال کی گئی ہے جو کتاب ''الاستیعاب'' کے مقام و مرتبہ پر ایک علمی تنقید ہے اور اکابر علماء نے اسے اپنی تصانیف میں درج کیا ہے۔

ومن اجلھا واکثرھا فوائد کتاب الاستیعاب، ابن عبدالبر لولا ما شانہ بہ من ایرادہ کثیرا مما شجر بین الصحابہ وحکایاتہ عن الاخباریین لا المحدثین۔ وغالب علی الاخباریین الاکثار والتخلیط فیما یروونہ[1]

''اس کا مطلب یہ ہے کہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ کی کتاب الاستیعاب اس فن کی کتابوں میں سے بڑی اہم اور کثیر الفوائد کتاب ہے لیکن اس میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے باہمی اختلاف کی کثیر چیزوں کے متعلق محدثین کے ماسوا اخباری لوگوں کی روایات میں مواد ←

---

[1] علوم الحدیث، ابن صلاح (مقدمہ ابن صلاح) ص ۲۶۲-۲۶۳ تحت النوع ۳۹ (معرفۃ الصحابہ)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''یعنی ابن عبدالبر رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اہل حدیث کے نزدیک اکثر زیادہ مشہور اور زیادہ صحیح یہ بات ہے کہ ابو درداء رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں فوت ہو چکے تھے اور اس دور (عہد عثمان) میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کو دمشق کی قضا کا والی بنایا تھا۔''

❺ نیز ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے ایک دوسرے مقام پر ابودرداء رضی اللہ عنہ کی کنیت کی بحث کے تحت آپ کی وفات کے متعلق متعدد اقوال نقل کرنے کے بعد یہ الفاظ درج کیے ہیں:

((والصحيح انه مات فی خلافة عثمان رضی اللہ عنہ وانما ولی القضاء لمعاوية فی خلافة عثمان......))

''یعنی صحیح قول یہ ہے کہ ابودرداء رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں فوت ہو گئے اور خلافت عثمانی میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے قضا کے والی رہے تھے۔''

تھوڑا سا آگے چل کر پھر یہی عبارت ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے تحریر کی ہے۔ کہتے ہیں کہ:

((والصحيح انه مات فی خلافة عثمان))

اور اس بحث کو ختم کرتے ہوئے آخر میں ابن عبدالبر رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ

((وتوفی فی خلافة عثمان قبل قتل عثمان رضی اللہ عنہ بسنتين))

یہاں سے واضح ہو گیا کہ خود ابن عبدالبر رحمہ اللہ کی تحقیق کے موافق ابو درداء رضی اللہ عنہ کی وفات یقیناً خلافت عثمانی میں ہو چکی تھی۔ گویا مصنف کے اپنے قول کے ذریعے سے معاتبت اور عتاب کے واقعہ کی تردید ہو گئی۔ فلہٰذا اس واقعہ سے استدلال کرنا درست نہیں۔

اور جن حضرات نے الاستیعاب سے عتاب والا واقعہ نقل کیا ہے اگر وہ اسی کتاب کے دیگر مواقع پر نظر فرما لیتے تو ان پر اس واقعہ کے بے اصل ہونے کی حقیقت واضح ہو جاتی مگر انھوں نے توجہ نہیں کی۔ یہ ان سے تسامح ہو گیا ہے۔

❻ ابن اثیر جزری رحمہ اللہ نے اسد الغابہ میں عبدالرحمٰن بن غنم اشعری رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں اس عتاب اور معاتبت کے واقعہ کو نقل کرنے کے بعد اس کی تردید کر دی ہے:

((قلت الذی ذكره ابو عمر (ابن عبدالبر) من معاتبة عبدالرحمن ابا الدرداء وابا هريرة رضی اللہ عنہما عندی فيه نظر فان ابا الدرداء رضی اللہ عنہ تقدمت وفاته عن الوقت الذی بويع فيه علی فی اصح الاقوال))[1]

← کی کثرت اور (ردی مواد کی) تخلیط ہوتی ہے۔''

چنانچہ عبدالرحمٰن بن غنم رضی اللہ عنہ کے تحت عتاب کا مذکورہ واقعہ اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے اور واقعات کے اعتبار سے صحیح نہیں۔

[1] اسد الغابہ (ابن اثیر جزری) ص ۳۱۹ ج ۳ تحت عبدالرحمٰن بن غنم الاشعریؒ۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"یعنی ابن اثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کا ابودرداء اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہما پر عتاب کا واقعہ جو ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے وہ میرے نزدیک قابل غور اور لائق تأمل ہے کیونکہ جس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت ہوئی ہے اس سے قبل ابودرداء رضی اللہ عنہ کی وفات ہو چکی تھیں اصح الاقوال بات یہی ہے۔"

۴ اور بیشتر اکابر علمائے رجال نے یہی تحقیق ذکر کی ہے کہ ابو درداء رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی وفات سے قریباً دو سال قبل دمشق میں فوت ہو چکے تھے۔ اس سلسلے میں درج ذیل مقامات ملاحظہ فرمائیں:

① کتاب الجمع بین رجال الصحیحین (ابن قیسرانی) نصف الاول ص ۴۰۵ طبع دکن، تحت عویمر بن عامر (ابی درداء رضی اللہ عنہ)

② الاصابہ (ابن حجر) ص ۴۶ ج ۳ تحت عویمر بن عامر مع الاستیعاب

③ تہذیب التہذیب (ابن حجر) ص ۱۷۶ ج ۸ تحت عویمر (ابی درداء رضی اللہ عنہ)

مندرجات بالا کے ذریعے سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچتی ہے کہ عبدالرحمٰن بن غنم رضی اللہ عنہ کے عتاب والا واقعہ بے اصل ہے اور واقعات کے برخلاف ہے کیونکہ ابودرداء رضی اللہ عنہ کا انتقال پہلے ہو چکا تھا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ بیعت کرنے کے مسائل اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ اختلافات بعد میں پیش آئے۔ فلہٰذا اس "معاتبت اور عتاب" کی کوئی حقیقت نہیں۔

علی سبیل التسلیم

اگر بالفرض عتاب کا مذکورہ واقعہ ابودردا رضی اللہ عنہ کی زندگی میں تسلیم کر لیا جائے اور عبدالرحمٰن بن غنم رضی اللہ عنہ نے اپنی زندگی میں ان ہر دو اصحاب کے ساتھ کلام کیا تھا تب بھی اس روایت میں راویوں کی طرف سے آمیخت کر دی گئی ہے یعنی روایت میں ادراج ہے۔ وجہ یہ ہے کہ یہ کلمات (وھو من الطلقاء الذین لا تجوز لھم الخلافۃ) واقعات کے برخلاف پائے گئے ہیں اور جو چیز واقعات کے برخلاف پائی جائے وہ قابل قبول نہیں ہوتی۔ اس لیے کہ سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ اور ان کے اکابر ساتھیوں نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ صلح کر کے بیعت خلافت کر دی۔

ان تمام حضرات میں سے کسی ایک بزرگ نے بھی اس وقت یہ مسئلہ نہیں پیش کیا کہ طلقاء کے ساتھ بیعت خلافت ناجائز ہے اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ طلقاء میں سے ہیں فلہٰذا بیعت خلافت کا انعقاد صحیح نہیں۔ یہاں سے یہ بات واضح ہوئی کہ مذکورہ بالا کلمات (وھو من الطلقاء الذین لا توز لھم الخلافۃ) بعد میں کسی بزرگ نے روایت میں الحاق کر دیے ہیں۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت صحیح ہے اور یہ اس منصب کے اہل ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولفۃ القلوب ہونے کی تشریح

جس وقت فتح مکہ ہوئی ہے اس وقت قریش کے بہت سے قبائل اور بے شمار لوگ اسلام میں داخل ہوئے تھے۔ ان میں سے نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض حضرات کے ساتھ ''تالیف قلب'' کا معاملہ فرماتے ہوئے دیگر مسلمانوں سے زائد بعض چیزیں عنایت فرمائی تھیں اور جہاد کے غنائم میں سے بہ نسبت دوسروں کے ان لوگوں کو حصہ وافر عنایت فرمایا تھا۔

صاحب نبوت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے یہ ایک حکمت عملی تھی جو وقتی مصالح کے تحت عمل میں لائی گئی۔ یہ کوئی عیب کی چیز نہیں تھی جس کو معائب میں شمار کیا جائے بلکہ سردار انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مشفقانہ اور کریمانہ طرز عمل تھا جس سے جدید الاسلام لوگ بہت متاثر ہوئے، ان کی عزت افزائی ہوئی اور قوت اسلام کے لیے اس کا بڑا نفع ہوا اور یہ طرز عمل ان کے لیے تقویت کا باعث ہوا اور ان کا تذبذب دور ہو کر اسلام مضبوط ہوا۔

اس سلسلے میں مولفۃ القلوب کی فہرست اہل علم پیش کرتے ہیں جن میں حضرت معاویہ اور ان کے والد ابوسفیان اور یزید بن ابی سفیان وغیرہم رضی اللہ عنہم شمار کیے گئے ہیں۔

اس مقام پر ایک بات تو یہ قابل لحاظ ہے کہ مولفۃ القلوب ہونا کوئی مذموم چیز نہیں بلکہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے خصوصی عنایات کے شرف سے مشرف ہونا ہے جیسا کہ اوپر ذکر کیا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ کبار علماء نے ایک دوسری چیز بھی ذکر کی ہے وہ یہ ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ''مولفۃ القلوب'' میں سے نہیں تھے بلکہ ان کے متعلق کبار علماء نے تحریر کیا ہے:

((اما معاوية فبعيد ان يكون منهم فكيف يكون منهم؟ وقد اتمنه النبى صلی اللہ علیہ وسلم على وحى الله وقراءته وخلطه بنفسه واما حاله فى ايام ابى بكر فاشهر من هذا واظهر))[1]

---

1. احکام القرآن (قاضی ابوبکر محمد بن عبداللہ مالکی ابن العربی) ص ۳۹۵ ج ۲ تحت مولفۃ القلوب
الجامع لاحکام القرآن (قرطبی) ص ۱۸۱ ج ۸ سورۂ توبہ تحت آیت انما الصدقات للفقراء...... الخ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"یعنی یہ بات بعید ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ مولفۃ القلوب میں سے ہوں حالانکہ ان کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی وحی اور اس کی قراءت پر امین قرار دیا اور ان کو اس مسئلہ میں اپنے ساتھ ملایا اور معتمد بنایا۔ اور خلافت صدیقی میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا حال زیادہ مشہور اور بیان کرنے سے زیادہ ظاہر ہے۔ (یعنی یہ حالات اس بات کا قرینہ ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا اسلام وایمان پختہ تھا اور وہ دینی امور میں معتمد علیہ تھے ان کے لیے تالیف خاطر کی حاجت نہ تھی واللہ اعلم)"

ایک الزام

مولفۃ القلوب میں جس طرح بنو امیہ کے چند مشہور افراد مثلاً ابوسفیان، یزید بن ابی سفیان، معاویہ بن ابی سفیان وغیرہ رضی اللہ عنہم ذکر کیے جاتے ہیں اسی طرح دیگر قبائل میں سے بھی کئی مشاہیر مولفۃ القلوب میں ذکر کیے گئے ہیں۔ مثلاً قبیلہ بنی اسد سے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے برادر زادے حکیم ابن حزام رضی اللہ عنہ کو ذکر کیا ہے اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے چچا زاد برادر ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب ہاشمی رضی اللہ عنہ بھی مولفۃ القلوب میں مذکور ہیں۔ فلہٰذا اگر بالفرض حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ مولفۃ القلوب میں شمار ہوں تو ان پر اعتراض قائم کرنا اور ان کو حقیر قرار دینے کی خاص کیا وجہ ہے؟

مختصر یہ ہے کہ صرف اموی حضرات کو اس مسئلے میں ہدف طعن بنایا جاتا ہے اور ہاشمیوں سمیت دیگر قبائل کے لوگوں کو تالیف قلب کے طعن سے مطعون نہیں کیا جاتا۔ اس کی وجہ کیا ہے؟ غور فرمالیں۔ یہ قبائلی تعصب نہیں تو اور کیا ہے؟

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سب وشتم کرنے کا طعن پھر اس کا جواب

بعض روایات میں حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کی ملاقات کا ذکر کیا گیا ہے اس میں مذکور ہے کہ

((فقال ما منعك ان تسب ابا تراب...... الخ))

بقول معترض مطلب یہ ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ''سب'' کرنے سے تم کو کیا چیز مانع ہے؟

معلوم ہوا کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو سب کرتے تھے اور دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم کو اس پر آمادہ کرتے تھے۔

جواب

مسئلہ ''سب وشتم'' کے متعلق قبل ازیں ہم نے اپنی کتاب ''مسئلہ اقربا نوازی'' میں ص ۲۱۱ تا ۲۲۳ درج کر دیا ہے اور بعد ازاں بقدر ضرورت ''سیرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ'' میں مسائل صفین میں ''چند اہم مباحث'' کے عنوان کے تحت بھی یہ مسئلہ ذکر ہو چکا ہے اور اس مسئلہ کا الزامی جواب بھی ہو چکا ہے۔ تاہم روایت بالا کے متعلقات ذیل میں ذکر کیے جاتے ہیں۔ اس طریقہ سے یہ بحث بقدر ضرورت پوری ہو جائے گی۔ (بعونہ تعالیٰ)

اس مقام پر چند اہم تشریحات ذکر کر دینا مناسب ہے جو ازالہ طعن میں فائدہ مند ہوں گی:

① حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے ساتھ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا جو واقعہ مذکور ہے اس میں بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مکہ شریف میں حج کے موقع پر پیش آیا۔ اور بعض روایات میں مکالمہ ہذا کے مقام کے متعلق معلوم نہیں ہوتا کہ یہ واقعہ کس مقام پر پیش آیا؟

بہر کیف حضرت سعد اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کی باہمی ملاقات ہوئی اور دوران گفتگو میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا تذکرہ ہوا۔ اس مسئلے میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے پاس حضرت علی رضی اللہ عنہ کے معاملہ میں ناقدانہ کلام کیا اور ان کے خلاف رائے کا تقاضا کیا۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی رائے حضرت معاویہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رضی اللہ عنہ کے نظریہ کے برخلاف تھی اور ان کو یہ ناگوار گزری تو انھوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی ہم نوائی نہیں کی اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے متعدد فضائل کا ذکر کیا جو اس روایت میں مذکور ہیں اور اپنی جگہ پر صحیح ہیں مثلاً:

① ((لاعطین الرایة……)) (یوم خیبر)

② ((اما ترضی ان تکون منی بمنزلة هارون من موسیٰ)) (غزوۂ تبوک)

③ ((اللهم هؤلاء اهلی……)) (دعوت مباہلہ یا دیگر مقام میں) وغیرہ

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا مطلب یہ ہے کہ ان فضائل کی موجودگی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف میں اظہار رائے نہیں کر سکتا کہ ان کے موقف کو غلط اور آپ کے نظریہ کو درست کہنے لگوں۔

② واقعہ ہذا متعدد مصنفین نے ذکر کیا ہے پھر اس میں رواۃ کی طرف سے تعبیروں کا اختلاف الفاظ موجود ہے۔ بعض روایات میں تو ما منعك ان تسب ابا تراب کے الفاظ منقول ہیں، اور بعض مقامات پر اس طرح مذکور ہے کہ فذکروا علیا فنال منه معاویة ، اور بعض روایات میں ہے کہ فذکروا علیا فقال سعد له ثلاث خصال ، اور بعض دیگر روایات میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مندرجہ بالا فضائل مذکور ہیں لیکن وہاں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے کوئی کلمہ نقد و جرح مذکور نہیں۔ جب کہ ان تمام روایات میں ایک ہی واقعہ منقول ہے۔

یہ رواۃ کی طرف سے اصل واقعہ کی تعبیرات کا فرق توجہ کے قابل ہے۔ کیونکہ معترض انسان اسی کو ایک مناقشہ کی شکل میں پیش کر سکتا ہے۔

اب مسئلے کی وضاحت کے لیے روایت ہذا کے مفہوم کو کبار علماء اور محدثین نے جس طرح ذکر کیا ہے، اس چیز کو ہم پہلے ذکر کرتے ہیں اس کے بعد مزید چیزیں جو لائق بیان ہوں گی وہ ذکر کر دی جائیں گی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

③ ا۔ چنانچہ امام نووی رحمہ اللہ نے مذکورہ بالا روایت کی تشریح میں یہ ذکر کیا ہے کہ مذکورہ بالا جملہ (ما منعك ان تسب ابا تراب) میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو سب علی رضی اللہ عنہ کرنے کی تصریح نہیں ہے بلکہ اس میں سب کرنے سے مانع امر کا سبب دریافت کیا گیا ہے۔ گویا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے دریافت کر رہے ہیں کہ آپ اس بات سے تورع اور خوف کی بنا پر اجتناب کر رہے ہیں یا کوئی اور چیز آپ کے پیش نظر ہے؟ اگر تورع کی بنا پر آپ اجتناب کر رہے ہیں تو آپ مصیب ہیں، اور اگر کوئی اور بات ہے تو اس کا جواب دوسرا ہوگا۔

۲۔ نیز ایک دوسرا محمل اس طریقہ سے ذکر کرتے ہیں کہ جملہ مذکورہ کا مطلب یہ ہے کہ آپ کو علی (رضی اللہ عنہ) کی رائے اور ان کے اجتہاد کو خطا قرار دینے میں کون سی چیز مانع ہے؟ اور ہماری رائے کی خوبی اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

درستی کو ظاہر کرنے سے کون سی چیز آپ کو روکتی ہے۔ مفہوم بالا کو اکابر علماء نے بعبارت ذیل ذکر کیا ہے:

① ((فقول معاوية هذا ليس فيه تصريح بانه امر سعدا بسبه انما سأله عن السبب المانع له من السب كانه يقول هل امتنعت منه تورعا او خوفا؟ او غير ذالك؟ فان كان تورعا واجلالا له عن السب فانت مصيب وان كان غير ذالك فله جواب اخر))[1]

② ((لانه ليس بصريح فى انه امره بسبه انما سأله عن المانع وقد سئل عنه من لا يجيز السب))[2]

۳۔ ((ومنه ما منعك ان تسب ابا تراب، هذا لا يستلزم امر معاوية بالسب بل سوال عن سبب امتناعه عنه، انه تورع او اجلال او غير ذالك))[3]

۴۔ ((اما بانه ليس فيه الامر بل سوال من السبب المانع عنه وتكنيه رضی اللہ عنہ بابى تراب ليس طعنا فانه كان يحب ان يكنى به))[4]

④ اور لفظ ''سب'' ہمیشہ گالی گلوچ کے معنی میں مستعمل نہیں ہوتا بلکہ زبان عرب میں متعدد معانی کا حامل ہے مثلاً:

ا۔ بعض دفعہ لفظ ''سب'' کا استعمال ''عار دلانے'' کے معنی میں پایا جاتا ہے جیسا کہ بخاری شریف میں آیا ہے کہ

((فقال انى سابيت رجلا فعيرته بامه فقال لى النبى صلی اللہ علیہ وسلم يا ابا ذر! اعيرته بامه))[5]

اس مقام پر حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے اپنے غلام کو اس کی ماں کے متعلق کہہ دیا کہ تیری ماں سیاہ رنگ کی ہے یا تو سیاہ رنگ کی عورت کا بیٹا ہے۔ تو اس پر آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو نے اسے ماں کے متعلق عار دلائی ہے۔ اور ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے لفظ ''سابیت'' استعمال کیا جس سے مراد یہاں ''عار دلانا'' ہے۔

۲۔ اسی طرح لفظ ''سب'' کا استعمال دیگر معانی میں بھی اہل عرب استعمال کرتے ہیں مثلاً عیب جوئی

---

[1] شرح مسلم شریف، نووی ص ۲۷۸ ج ۲ تحت الحدیث، باب فضائل علی رضی اللہ عنہ طبع دہلی

[2] اکمال اکمال المعلم (شرح مسلم) امام ابوعبداللہ محمد بن خلفہ الوشتانی الابی تحت الحدیث طبع اول

[3] مجمع البحار (شیخ محمد طاہر الفتنی الہندی الپرہاروی) ص ۸۳ ج ۲ تحت لفظ ''سب''، طبع نول کشور لکھنؤ

[4] الناہیہ عن طعن معاویہ (عبدالعزیز پرہاروی) ص ۳۷ تحت جواب طعن ہذا، طبع ملتان

[5] بخاری شریف ص ۹ ج ۱، باب المعاصی من امر الجاہلیہ، کتاب الایمان طبع دہلی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرنا، نکتہ چینی کرنا اور دوسرے کی رائے کا تخطیہ کرنا اور غلط قرار دینا اور اپنی رائے کو درست کہنا وغیرہ۔ روایت ہذا میں مذکورہ تعبیر اگر درست تسلیم کر لی جائے تو یہاں بھی رائے کا تخطیہ کے معنی میں مستعمل ہے۔

یہ چیز کبار علماء نے بیان فرمائی ہے چنانچہ اس پر ذیل میں حوالہ جات ملاحظہ فرما کر اطمینان کیا جا سکتا ہے۔

① ((ان معناه ما منعك ان تخطيه في رأيه واجتهاده وتظهر للناس حسن راينا واجتهادنا وانه اخطا))[1]

② ((ان يحمل السب على التغير في المذهب والرأى فيكون المعنى ما منعك من ان تبين للناس خطاه وان ما نحن عليه اسد و اصوب و مثل هذا يسمى سبا في العرف))[2]

③ ((المعنى ما منعك ان تخطئه في اجتهاد وتظهر للناس حسن اجتهادنا))[3]

④ ((بان المراد بالسب اظهار خطاء اجتهاده وصواب اجتهادنا))[4]

مختصر یہ ہے کہ کبار علماء نے اس روایت کا محمل اس طرح بیان کیا ہے کہ یہ لفظ ''سب'' یہاں بمعنی گالی گلوچ نہیں بلکہ دوسرے کی رائے کو خطا قرار دینے کے معنی میں مستعمل ہے اور اسی کو عرف میں ''سب'' بھی کہتے ہیں۔ اور ظاہر بات ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی جماعت اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہم نوا لوگوں کے نظریات میں اختلاف رائے کا پایا جانا مسلمات میں سے ہے۔ ان ہر دو فریق کے موقف میں نظریاتی اختلاف موجود تھا۔ وہی بعض مواقع اور مجالس میں اختلافی شکل میں پایا جاتا ہے اور ہر ایک فریق اپنی رائے کو صواب قرار دیتا ہے اور فریق مقابل کی رائے کو خطا پر محمول کرتا اور غلط قرار دیتا ہے۔

نیز اس مقام پر علماء فرماتے ہیں کہ باہمی سب وشتم اور قبیح اقوال کا ارتکاب جہال بنی امیہ (جو صحابہ کے زمرہ میں نہیں ہیں) اور سفلہ قسم کے لوگ کرتے ہوں تو اور بات ہے لیکن حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی شخصیت ان چیزوں سے بعید اور بالاتر ہے۔ ان کا صحابی ہونا، ان کی دیانت اور ان کے اخلاق فاضلہ کے اعتبار سے یہ چیز ان کے شایان شان نہیں۔

---

1. شرح مسلم شریف (نووی) ص ۲۷۸ ج ۲ تحت الحدیث باب فضائل علی رضی اللہ عنہ (طبع دہلی)
2. اکمال اکمال المعلم شرح مسلم (امام ابی عبداللہ محمد بن خلفۃ الوشتانی الابی المالکی) طبع اول تحت الحدیث
3. مجمع البحار (شیخ محمد طاہر الفتنی الہندی) ص ۸۳ ج ۲ تحت ''سب''
4. الناہیہ عن طعن معاویہ (عبدالعزیز پرہاروی) ص ۳۷ تحت الجواب الرابع (طبع ملتان)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چنانچہ صاحب اکمال اکمال المعلم شارح مسلم شریف نے اسی چیز کی تصریح فرماتے ہوئے لکھا ہے کہ

((والتصریح بالسب وقبیح التمول انما کان یفعله جهال بنی امیة و سفلتهم...... واما معاویة فحاشاه من ذالك لما كان علیه من الصحبة والدین ذا الفضل و کرم الاخلاق))[1]

⑥ نیز یہ چیز ذکر کر دینا فائدہ سے خالی نہیں ہے کہ روایت بالا کی بحث کے آخر میں علمائے کرام نے یہ فہمائش کی ہے کہ سب وشتم کے باب میں یہی روایت صحیح تھی جس کے جوابات درجہ بدرجہ علماء نے ذکر کیے ہیں۔ عموماً اس کے ماسوا روایات کے درمیان فریقین میں جو مناقشہ اور سب وشتم کی چیزیں ذکر کی جاتی ہیں وہ درست نہیں، ان میں دروغ گوئی اور مبالغہ آرائی کو بڑا دخل ہے اس لیے ان کی طرف التفات ہی نہ کیا جائے اور ایسی بات کرنے والے کے کلام کو غصہ سے رد کر دیا جائے اور اسے تسلیم نہ کیا جائے۔

((وما یذکر عنه من ذلك فكذب))[2]

((وكل ما یروی سوی هذا فیما جری بین الطائفتین وبین الرجلین فلا تصنعوا الیه اذنا ولا تلتفتوا الیه واسمعوا المتکلم بذالك تكبیتا))[3]

⑦ روایت بالا کے متعلقات کے آخر میں دفع وہم کے طور پر یہ ذکر کیا جاتا ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کے درمیان جو مکالمہ پیش آیا تھا اس کی بنا پر طرفین میں کسی قسم کا انقباض واقع نہیں ہوا تھا اور ان کے درمیان کوئی عناد نہ تھا اور نہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے کبیدہ خاطر تھے اور نہ ان کے درمیان روابط کشیدہ تھے۔ وہ ایک وقتی مسئلہ تھا جو ان کے درمیان بعض اوقات پیش آیا اور معاملہ ختم ہو گیا کیونکہ ہر دو حضرات کے درمیان کوئی بنیادی اختلاف موجود نہیں تھا۔ اس چیز پر قرائن موجود ہیں۔ چنانچہ علماء نے اس کے بعد کے متعدد واقعات ذکر کیے ہیں ان میں سے بعض ناظرین کی خدمت میں اطمینان کی خاطر درج کیے جاتے ہیں:

① حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے بحوالہ عبدالرزاق لکھا ہے کہ ایک دفعہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ شام میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لے گئے اور وہاں انھوں نے رمضان شریف کا تمام مہینہ قیام فرمایا۔ ان ایام میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ قصر نماز ادا کرتے تھے اور فطر صوم بھی کرتے تھے، اور بعض رواۃ نے کہا ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے اسی دوران میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے بیعت کی اور حضرت سعد

---

[1] اکمال اکمال المعلم شرح مسلم شریف (امام ابوعبداللہ محمد بن خلفہ الوشتانی الابی المالکی) تحت الحدیث

[2] اکمال اکمال المعلم شرح مسلم شریف (امام ابوعبداللہ محمد بن خلفہ الوشتانی الابی المالکی) تحت الحدیث

[3] شرح ترمذی (ابن العربی) ص ۲۳۱ ج ۱۳ تحت مناقب معاویہ رضی اللہ عنہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رضی اللہ عنہ نے جن چیزوں کے تقاضے کیے وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے تمام پورے کر دیے۔ اس طرح خوش اسلوبی کے ساتھ دونوں حضرت کے درمیان تعلقات قائم تھے۔

((وقال عبدالرزاق عن ابن جريج حدثني زكريا بن عمرو ان سعد بن ابي وقاص رضی اللہ عنہ وفد على معاوية فاقام عنده شهر رمضان يقصر الصلوة ويفطر وقال غيره فبايعه وما سأله سعد شيئا الا اعطاه اياه))[1]

(۲) نیز ایک دیگر وثاقت و دیانت کی چیز حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

((عن سعد بن ابي وقاص رضی اللہ عنہ قال ما رأيت احدا بعد عثمان اقضى بحق من صاحب هذا الباب يعني معاوية))[2]

"یعنی حضرت سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بہت انصاف کرنے والے اور حقوق کو احسن طریقہ سے ادا کرنے والے تھے اس معاملے میں ان سے بہتر میں نے کوئی شخص نہیں دیکھا۔"

یہاں سے ثابت ہوا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ ذہن صاف رکھتے تھے اور کوئی مخالفانہ جذبات نہیں رکھتے تھے اور نہ ان کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے اعراض و انقباض تھا بلکہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیے حق و انصاف کی شہادت دیتے تھے۔

یہ روایت قبل ازیں کتاب "مسئلہ اقربا نوازی" ۱۵۴-۱۵۵ پر تحت عنوان "عدل و انصاف پر شہادت" درج ہو چکی ہے۔

مسئلہ ہذا کا دیگر پہلو

گزشتہ سطور میں سب و شتم کے متعلق جو کچھ ذکر کیا گیا ہے وہ اس مسئلہ کا ایک پہلو تھا۔ اب اس مسئلہ کا دوسرا پہلو فرمان نبوی کی روشنی میں ذکر کیا جاتا ہے:

وہ اس طرح ہے کہ سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو اموات کے متعلق یہ تعلیم تلقین فرمائی ہے کہ فوت شدگان کو سب و شتم مت کیا کرو اس لیے کہ ان لوگوں نے جو عمل کیے تھے ان کی طرف وہ پہنچ چکے ہیں اور مکافات عمل پا چکے ہیں۔ چنانچہ مشکوۃ شریف میں یہ فرمان نبوی بالفاظ ذیل موجود ہے:

---

[1] البدایہ (ابن کثیر) ص ۷۲ ج ۸ تحت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ تحت سنہ ۵۵ھ طبع مصر

[2] تاریخ اسلام (ذہبی) ص ۳۲۱ ج ۲ تحت تذکرہ معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما طبع اول
البدایہ (ابن کثیر) ص ۱۳۳ ج ۸ تحت ذکر معاویہ طبع اول مصر
تاریخ ابن عساکر ص ۷۲۴ ج ۱۶ (مخطوط) تحت ترجمہ معاویہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

((عن عائشة رضی اللہ عنہا قالت قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم: لا تسبوا الاموات فانهم قد افضوا الى ما قدموا)) (رواه البخاری)[1]

اسی طرح ایک دوسرے مقام پر آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کا امت کو ارشاد مبارک ہے کہ اپنے متوفین کے محاسن ذکر کیا کرو اور ان کی برائیوں (کے بیان) سے زبان کو روک رکھو۔

((عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم: اذکروا محاسن موتاکم وکفوا عن مساویهم)) (رواه ابوداود والترمذی)[2]

اس نوع کے متعدد فرمودات آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے امت کے لیے واضح طور پر موجود ہیں۔ اس سلسلے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عمل ان فرمودات کے خلاف نہیں پایا گیا بلکہ ان پر عمل درآمد کرنا ان کا مقصد زندگی رہا ہے۔

اس مقام پر جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بعض واقعات ثابت ہیں کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو فوت شدگان رشتہ داروں کے متعلق بدگوئی اور برائی ذکر کرنے سے منع فرمایا:

① چنانچہ حدیث شریف میں واقعہ مذکور ہے کہ فتح مکہ کے بعد عکرمہ بن ابی جہل رضی اللہ عنہ اپنی جان کے خوف سے فرار ہو گئے ان کی زوجہ ام حکیم بنت حارث رضی اللہ عنہا آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں اور مشرف باسلام ہونے کے بعد اپنے شوہر (عکرمہ بن ابی جہل رضی اللہ عنہ) کے متعلق امان طلب کی تو آنجنابؐ نے امان مرحمت فرمائی اس کے بعد وہ عکرمہ رضی اللہ عنہ کو مکہ واپس لائیں۔

جب آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہونے کے لیے عکرمہ رضی اللہ عنہ پہنچے تو اس وقت نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بطور نصیحت فرمایا کہ عکرمہ بن ابی جہل کفر چھوڑ کر ایمان لانے کی خاطر حاضر خدمت ہو رہا ہے تو اس کے والد (ابوجہل) کے متعلق کوئی سب وشتم نہ کرے، کیونکہ میّت کو سب وشتم کرنے سے زندہ آدمی کو اذیت اور تکلیف پہنچتی ہے لیکن میت کو نہیں پہنچتی۔ چنانچہ مستدرک حاکم میں یہ واقعہ بالفاظ ذیل مذکور ہے:

((فلما دنا من مكة قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم لاصحابه یاتیکم عکرمة بن ابی جهل مؤمنا مهاجرا فلا تسبوا اباه۔ فان سب المیت یؤذی الحی ولا یبلغ المیت))[3]

---

[1] مشکوٰۃ شریف طبع دہلی ص ۱۴۵ باب المشی بالجنازۃ والصلوٰۃ علیہا (فصل اول)

[2] رواہ ابوداود والترمذی بحوالہ مشکوٰۃ شریف طبع دہلی ۱۴۷ باب المشی بالجنازۃ والصلوٰۃ علیہا، فصل ثانی۔

[3] مستدرک حاکم ص ۲۴۱ ج ۳ تحت مناقب عکرمہ بن ابی جہل رضی اللہ عنہ
کنز العمال ص ۷۵ ج ۷ تحت عکرمہ بن ابی جہل رضی اللہ عنہ طبع اول دکن

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۲) انھی عکرمہ رضی اللہ عنہ کے متعلق ایک بار یہ واقعہ پیش آیا کہ اسلام لانے کے بعد مدینہ منورہ میں ایک مقام پر گزر رہے تھے کسی شخص نے ان کو دیکھ کر یہ کہہ دیا کہ "اللہ کے دشمن ابوجہل کا یہ بیٹا ہے"۔ عکرمہ رضی اللہ عنہ پریشان ہوئے اور آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس کی بطور شکوہ گزارش کی۔ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس معاملہ پر ایک مستقل خطبہ دیتے ہوئے اہل اسلام کو ارشاد فرمایا کہ لوگ معدن (کان) کی طرح ہیں۔ جاہلیت کے دور میں بھی جو لوگ خیار اور پسندیدہ افراد تھے جب دین میں خوب سمجھ پیدا کر لیں تو وہ لوگ اسلام میں بھی پسندیدہ ہیں۔ کسی زندہ مسلمان شخص کو اس کے کافر رشتہ دار کی وجہ سے ایذا رسانی نہ کی جائے۔

چنانچہ مستدرک حاکم میں واقعہ ہذا اس طرح درج ہے کہ:

((وقال رسول الله ﷺ شكا اليه عكرمة انه اذا مر بالمدينة قيل له "هذا ابن عدو الله ابی جهل" فقام رسول الله ﷺ خطيبا فقال: ان الناس معادن خيارهم فی الجاهلية خيارهم فی الاسلام اذا فقهوا لا تؤذوا مسلما بكافر۔ صحيح الاسناد ولم يخرجاه))[1]

اور کنز العمال میں ہے کہ

((فقال رسول الله ﷺ لا تؤذوا الاحياء بسب الاموات))[2]

ان واقعات کے پیش نظر یہ چیز ثابت ہوتی ہے کہ اموات کو قبیح (برے) الفاظ سے ذکر کرنے سے زندہ اہل اسلام کو اگر تکلیف پہنچتی ہے تو اس سے مسلمان اجتناب کریں۔

یہ تمہیدی امور پیش کرنے کے بعد اصل مسئلے کی طرف توجہ مبذول فرمائیں۔ یہ مسائل اور یہ واقعات کوئی مخفی امور نہیں تھے اور نہ فرد واحد کے لیے خصوصی احکام تھے۔ یہ تو تمام امت مسلمہ کے حق میں یکساں اہمیت کے حامل ہیں اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ان مسائل سے بخوبی متعارف اور واقف تھے اور ان سے ان فرمودات نبوت کے خلاف کرنے کی توقع ہی نہیں کی جا سکتی۔

مختصر یہ ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابی اور ان کے ولاۃ و حکام مذکورہ بالا فرمودات نبوی کی موجودگی میں جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے حق میں سب و شتم یا لعن طعن کیسے کر سکتے ہیں؟ اور جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے اعزہ و اقارب کی دل آزاری اور ایذا رسانی کا باعث کیسے بن سکتے ہیں؟ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا دور خلافت تو دور نبوی کے قریب تر دور ہے اس میں مذکورہ ہدایات نبوت کو یکسر کیسے فراموش کر دیا گیا؟ (اور اس مسئلے میں اسلامی تعلیمات کو کس طرح پس پشت ڈال دیا گیا؟) حالانکہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے

---

[1] مستدرک حاکم ص ۲۴۳ ج ۳ تحت ذکر مناقب عکرمہ بن ابی جہل رضی اللہ عنہ

[2] کنز العمال ص ۷۵ ج ۷ تحت عکرمہ بن ابی جہل رضی اللہ عنہ طبع اول دکن

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حق میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی بطور نصیحت موجود ہے۔ وہ اس طرح کہ ایک روز حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی عدم موجودگی میں نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو کرا رہے تھے تو آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سر مبارک اٹھا کر ارشاد فرمایا:

((فقال یا معاویة! ان ولیت امرا فاتق الله عزوجل واعدل))[1]

''یعنی اے معاویہ! اگر تمھیں مسلمانوں کے امور کا والی بنایا جائے تو معاملات میں اللہ عزوجل سے خوف کرنا اور عدل وانصاف سے پیش آنا۔''

سنت نبوی کی رعایت

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اپنے دور خلافت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر مرحلہ پر اطاعت اور فرمانبرداری کو مقدم رکھتے تھے اور آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی رعایت کرنا ان کی زندگی کا معمول تھا۔

اس سلسلے میں بے شمار واقعات پائے جاتے ہیں جن میں انھوں نے فرمان نبوت کو پیش نظر رکھا۔ ایک دفعہ کا واقعہ حدیث شریف میں مذکور ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور اہل روم کے درمیان ایک خاص مدت تک جنگ نہ کرنے کا عہد و پیمان ہوا تھا۔ مدت عہد ختم ہونے میں کچھ وقت باقی تھا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اپنی تیاری کے ساتھ رفقاء سمیت بلاد روم کی طرف پیش قدمی کرنے لگے تاکہ اختتام مدت عہد پر فوراً حملہ کر دیا جائے۔ ان حالات میں ایک صحابی عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ تیزی سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور فرماتے تھے اللہ اکبر اللہ اکبر وفاء لا غدر (عہد پورا کرنا چاہیے بدعہدی جائز نہیں)۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا کہ کیا معاملہ ہے؟ تو عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ جن کے درمیان کوئی باہمی معاہدہ ہو تو اس کی مدت اختتام سے قبل عہد کے خلاف کوئی اقدام نہیں کرنا چاہیے۔

((فلا یحلن عهدا ولا یشدنه حتی یمضی امده))

اس پر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ فرمان نبوی معلوم کرنے کے بعد اپنے اقدام کرنے سے اپنے رفقاء سمیت فوراً واپس آ گئے تاکہ اختتام مدت عہد کا انتظار کیا جائے۔ قال فرجع معاویة بالناس۔[2]

ان امور کی روشنی میں اموات کے حق میں سب وشتم کرنا وہ کیسے روا رکھے ہوئے تھے؟ یہ چیز ان کی دیانت، عدالت اور اطاعت نبوی کے خلاف ہے۔ چنانچہ اکابر علمائے امت اس بات کی شہادت دیتے ہیں

[1] مجمع الزوائد (ہیثمی) ص ۱۸۶ ج ۵ تحت امراۃ معاویہ رضی اللہ عنہ
البدایہ (ابن کثیر) ص ۲۰ ج ۸ تحت خلافۃ حسن بن علی رضی اللہ عنہ

[2] مشکوۃ شریف ص ۳۴۷ باب الایمان فصل ثانی، طبع دہلی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اپنے دور خلافت میں امام عادل تھے اور حقوق اللہ وحقوق المسلمین کے ادا کرنے والے تھے۔

① امام ربانی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ بحوالہ ابن حجر مکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((وقد صح انه كان اماما عادلا فی حقوق الله وحقوق المسلمين كما فی الصواعق))[1]

معلوم ہوا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سب وشتم کرنے کے انتسابات بالکل بے جا ہیں اور روایات کی صداقت مخدوش ہے۔

② دوسری گزارش یہ ہے کہ شیعہ کے اکابر مورخین نے بھی یہ چیز برملا تسلیم کی ہے کہ حسنین شریفین رضی اللہ عنہما نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے تمام دور خلافت میں ان سے کوئی بری بات اور ناپسندیدہ چیز نہیں دیکھی۔ ان حضرات اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان جو شرائط طے ہوئی تھیں ان میں سے کسی شرط کو ضائع نہیں کیا اور نہ کسی احسان اور بھلائی کو تبدیل کیا۔

چنانچہ شیعہ مورخ ابوحنیفہ دینوری نے اخبار الطوال میں یہ چیز بعبارت ذیل درج کی ہے:

((قالوا ولم یر الحسن ولا الحسين طول حياة معاوية منه سوء فی انفسهما ولا مكروها ولا قطع عنهما شيئا مما كان شرط لهما ولا تغير لهما عن بر))[2]

③ تیسری یہ چیز ہے کہ اہل سنت والجماعت کے اکابر مورخین کے ایسے بیانات موجود ہیں جن میں یہ بات واضح طور پر پائی جاتی ہے کہ اکابر ہاشمی حضرات اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے مابین بہتر روابط تھے۔ چنانچہ ابن عباس رضی اللہ عنہما اس سلسلے میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی قدر کرتے ہوئے اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کم وبیش بیس سال ہم پر والی اور حاکم رہے اور انھوں نے ہمیں کوئی تکلیف نہیں دی اور ہمارے لیے اذیت وتکلیف کا باعث نہیں ہوئے، نہ منبر پر اور نہ فرش زمین پر۔ انھوں نے اپنی اور ہماری عزت رکھی اور ہمارے ساتھ صلہ رحمی کا عمدہ معاملہ کیا اور ہماری ضروریات پوری کرتے رہے۔

((عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال لله در ابن هند ولينا عشرين سنة فما اذانا على ظهر منبر ولا بساط صيانته منه لعرضه واعرضنا ولقد كان يحسن صلتنا ويقضى حوائجنا))[3]

---

[1] مکتوبات امام ربانی ص ۶۸-۶۹ تحت مکتوب نمبر ۲۵۱ بنام مولانا محمد اشرف، دفتر اول حصہ چہارم طبع نور کمپنی لاہور

[2] الاخبار الطوال (ابوحنیفہ احمد بن داود دینوری شیعی) ص ۲۲۵، طبع قاہرہ تحت بحث بین معاویہ وعمرو بن عاص رضی اللہ عنہما

[3] کتاب انساب الاشراف (بلاذری) ص ۶۸ تحت ترجمہ معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما

مخطوطہ ابن عساکر (قلمی عکس شدہ) ص ۳۶۷ ج ۱۶ تحت ترجمہ معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مندرجات بالا کے پیش نظر صاف طور پر ثابت ہوتا ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی اولاد شریف اور اکابر ہاشمی حضرات کے ساتھ کسی قسم کی کوئی بدسلوکی یا ایذا رسانی نہیں کی جاتی تھی اور کوئی برا معاملہ ان کے ساتھ روا نہیں رکھا گیا اور معاشرتی روابط ان حضرات کے درمیان درست تھے۔ فلہٰذا سب وشتم کی روایات قابل تسلیم نہیں ہیں اور اس چیز پر عقلی قرائن ہم قبل ازیں ''کتاب اقربا نوازی'' کے ص ۲۱۸-۲۱۹ پر ثانیاً کے عنوان کے تحت درج کر چکے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں اطمینان حاصل ہوگا۔ اور بحث ہذا کے آخر میں باعتبار درایت کے کلام کیا جائے گا۔ (ان شاء اللہ)

متعلق ''سب''، بعض دیگر روایات اور اس کا جواب

معترض لوگ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے معائب ومثالب کے سلسلے میں جو روایات پیش کرتے ہیں ان میں مندرجہ ذیل روایت بھی ہے:

ایک دفعہ مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کوفہ کی مسجد میں تشریف فرما تھے بعد میں ایک مشہور صحابی سعید بن زید رضی اللہ عنہ تشریف لائے۔ مجلس میں اور لوگ بھی بیٹھے ہوئے تھے کہ اہل کوفہ میں سے ایک شخص جسے قیس بن علقمہ کہتے تھے اس مجلس میں آیا اور وہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شان میں بدگوئی کرنے لگا۔ اس پر حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ نے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے ناراض ہوتے ہوئے فرمایا کہ آپ کے سامنے صحابہ کو سب کیا جاتا ہے اور آپ اس کو برا نہیں جانتے اور اس پر کوئی نکیر نہیں کرتے۔

معترضین اس روایت کی بنا پر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور آپ کے ہم نوا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے خلاف سب وشتم کرنے کا الزام عائد کرتے ہیں۔

جواب

واقعہ ہذا سے متعلق جو روایات ذکر کی جاتی ہیں ان کے جواب کے لیے ذیل میں چند چیزیں درج ہیں جن سے اعتراض کی خفت واضح ہو جائے گی اور جواب پورا ہو سکے گا۔ تمام مندرجات پر ایک بار نظر انصاف فرمالیں:

① حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں یہ جو واقعہ پیش آیا ہے اس واقعہ سے متعلق ہماری معلومات کی حد تک جتنی روایات ہمارے سامنے آئی ہیں ان میں سے کسی ایک روایت میں بھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا ذکر تک موجود نہیں، اور ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نہ تو اس مجلس میں موجود تھے اور نہ ان کے ایما پر یہ فعل سرزد ہوا۔

② اور یہ ایک فطری امر ہے کہ بعض حضرات نہایت تیز طبع ہوتے ہیں ایک حبہ بھر بات مزاج کے خلاف برداشت نہیں کرتے، اور بعض اشخاص متحمل و بردبار طبیعت کے حامل ہوتے ہیں کہ خلاف مزاج

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چیزوں کو سننا بھی گوارا کر لیتے ہیں۔ اگر یہ واقعہ درست ہے تو غالباً یہاں بھی یہی صورت رونما ہوئی کہ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے قیس بن علقمہ کی ناروا گفتگو پر تحمل سے کام لیا، اس لیے کہ علمائے تراجم نے کہا ہے کہ کان المغیرۃ فیہ حلم واناۃ (یعنی ان کی طبیعت نہایت متحمل و بردبار تھی) اور حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ یہ کلام سن کر فوراً برافروختہ ہو گئے اور مغیرہ رضی اللہ عنہ سے شکایت کرنے لگے۔ تاہم یہ احتمال موجود ہے کہ اس موقع پر نقد و رد کے اعتبار سے مزید گفتگو ہوئی ہو (جس کو ناقلین واقعہ نے ذکر نہیں کیا) کہ اس سے واقعہ کی اصل نوعیت اور حقیقت حال کا سراغ مل سکتا۔

۳ نیز قیس بن علقمہ کوفی جو غالباً خوارج کے نظریات کا حامل تھا اس کا یہ ذاتی نظریہ تھا جو اس نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے خلاف بدگوئی کی شکل میں ظاہر کیا۔ اور ہم بھی اس نظریے اور اس طرز عمل کو سو فیصد برا جانتے ہیں۔

اس دور میں بعض لوگ اپنے اپنے نظریاتی اختلافات کی بنا پر اپنے مخالف فریق کے لوگوں سے پرخاش رکھتے تھے اور موقع بہ موقع اس قسم کے غلط نظریات کا اظہار کرتے تھے۔ یہ ایک نفسیاتی چیز ہے کہ انفرادی نظریات پر کنٹرول نہیں کیا جا سکتا۔

ان حالات میں اکابر صحابہ (حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ ہوں یا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ) پر طعن و تشنیع کرنے کا جواز نہیں پایا جاتا۔

۴ اس مقام پر طعن قائم کرنے والے بزرگوں نے ایک اور روایت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے نقل کی ہے کہ انھوں نے ابوعبداللہ جدلی سے فرمایا کہ تمھارے ہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو برملا سب کیا جاتا ہے تو اس نے کہا: سبحان اللہ معاذ اللہ! یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ تو ام المومنین نے فرمایا کہ کیا تمھارے ہاں علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو سب نہیں کیا جاتا؟ اور کہنے لگیں

((قالت سمعت رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم یقول من سب علیا فقد سبنی......الخ))

''یعنی ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جس نے علی بن ابی طالب کو سب کیا اس نے مجھے برا کہا۔''

اور بعض روایات میں ہے کہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں گواہی دیتی ہوں کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم علی (ابن ابی طالب) سے محبت فرماتے تھے (اور تم لوگ ان کو سب کرتے ہو)۔

روایت ہذا کے ذریعے سے معترض احباب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ پر سب و شتم کرنے کے مسئلے کو مکمل کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ روایت متعدد صحیح اسانید کے ساتھ مروی ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جواب

اس روایت کے متعلق بعض ضروری چیزیں قابل ذکر ہیں ان پر نظر انصاف فرما لینے کے بعد روایت ہذا کے مزید جواب کی حاجت نہ رہے گی۔

ناظرین کرام پر واضح ہے کہ اعتراض قائم کرنے کے لیے اس بات کی ضرورت ہوتی ہے کہ قابل اعتراض روایت اپنے مقام پر صحیح ہو اور فریق مقابل کے سامنے قواعد کے لحاظ سے قابل قبول ہو۔ اور جو روایت اس فن کے قواعد کے لحاظ سے درست نہ ہوگی وہ طعن کے مقام پر قابل حجت نہیں ہوسکتی۔

مندرجہ بالا روایت جو حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی طرف منسوب کی جاتی ہے اس کو نقل کرنے والا ابوعبداللہ جدلی ہے۔ معترض احباب نے جن باسند کتابوں سے اس روایت کو نقل کیا ہے ان مقامات پر ہماری معلومات کی حد تک بنیادی راوی ابوعبداللہ جدلی ہے اور باقی مصنفین کا جو حوالہ دیا گیا ہے وہ ان ہی باسند کتابوں سے ناقل ہیں۔ فلہٰذا ان کے الگ جواب کی حاجت نہیں جب کہ اصل روایت کا جواب پیش کر دیا جائے۔

ابوعبداللہ جدلی

اسماء الرجال کے اکابر علماء نے ابوعبداللہ جدلی کے متعلق مندرجہ ذیل چیزیں درج کی ہیں۔ اہل علم کی تسلی کے لیے ان کی مختصراً عبارات نقل کی جاتی ہیں:

① طبقات ابن سعد میں ہے کہ

((ویستضعف فی حدیثه وکان شدید التشیع……))[1]

②((ابو عبدالله الجدلی شیعی…… بغیض……))[2]

③ ((شیعی ثقل……))[3]

④((یستضعف فی حدیثه و کان شدید التشیع ویزعمون انه کان علی شرطة المختار……))[4]

''مندرجہ بالا حوالہ جات کا مفہوم یہ ہے کہ ابوعبداللہ جدلی حدیث کے بیان میں ضعیف قرار دیا جاتا ہے اور وہ سخت اور شدید قسم کا شیعہ تھا۔ ابوعبداللہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بغض وعناد رکھنے والا شیعہ تھا، نیز وہ مختار ثقفی کی جماعت کا سربراہ تھا۔''

---

[1] طبقات ابن سعد ص ۱۵۹ ج ۶ تحت ابی عبداللہ الجدلی، طبع لیڈن

[2] میزان الاعتدال ص ۵۴۴ ج ۴ تحت ابی عبداللہ الجدلی، نمبر ۱۰۳۵۷

[3] المغنی (ذہبی) ص ۷۹۴ ج ۲ تحت نمبر ۷۵۷۳

[4] تہذیب التہذیب ابن حجر ص ۱۴۸-۱۴۹ ج ۱۲ تحت باب الکنی ابوعبداللہ الجدلی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اہل علم کے نزدیک یہ مسئلہ واضح ہے کہ اہل بدعت کی روایت جو ان کے مسلک کی مؤید اور ان کے مذہب کی تائید میں جاتی ہو وہ مقام طعن میں قبول نہیں کی جاتی اور اس کی روایت پر اعتماد نہیں کیا جاتا۔ مذکورہ بالا جرح وتنقید اور پیش کردہ ضابطہ کی روشنی میں ابوعبداللہ جدلی کی یہ روایت قابل اعتماد نہیں ہے۔

شیعہ رواۃ اپنے نظریات کے دائرہ میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور ان کی اولاد کے حق میں حد درجے کا غلو رکھتے ہیں اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تنقیص شان میں کوئی کمی نہیں کرتے اور ان کے خلاف روایات نشر کرنا اپنا فرض منصبی سمجھتے ہیں۔ اس بنا پر مندرجہ بالا روایت ان کے مزعومات کے مطابق تصنیف شدہ معلوم ہوتی ہے۔ اس میں انھوں نے یہ ظاہر کرنے کی سعی کی ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو برا کہنا (معاذ اللہ) سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم کو سب کرنے کے برابر ہے۔ (استغفر اللہ العظیم)

عقد الفرید کی ایک روایت پر کلام

نیز معترض لوگوں نے ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے ایک روایت یہ ذکر کی ہے کہ ''انھوں نے امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) کو خط لکھا کہ تم اللہ اور اس کے رسول پر برسر منبر لعنت کرتے ہو۔ وہ اس طرح کہ تم علی بن ابی طالب (رضی اللہ عنہ) اور ان کے محبین پر لعنت کرتے ہو...... معاویہ (رضی اللہ عنہ) نے اس کلام کی طرف توجہ نہ دی۔''

اعتراض کرنے والے دوستوں نے یہ روایت عقد الفرید لابن عبدربہ کے حوالہ سے نقل کی ہے اور اس طعن کو خوب بنا سجا کر پیش کیا ہے۔

جس طرح کہ پہلے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی سابقہ روایت پر باعتبار قواعد کے کلام کر دیا ہے اسی طرح یہاں بھی یہ بات واضح کی جاتی ہے کہ روایت ہذا کو بقول معترض احمد بن عبدربہ نے عقد الفرید میں ذکر کیا ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ کیا ابن عبدربہ کی روایات قابل اعتماد ہیں؟ اور کیا ان روایات پر اعتبار کر کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر طعن وتشنیع کرنا جائز ہے؟ اور ابن عبدربہ کیسا بزرگ ہے اور کن نظریات کا حامل ہے؟ اس چیز کے لیے ہم کبار علماء کا کلام پیش کرتے ہیں جن میں اس طعن کا جواب مکمل موجود ہے۔

چنانچہ البدایہ والنہایہ میں احمد بن عبدربہ کے تذکرہ میں مذکور ہے کہ

((يدل كثير من كلامه على تشيع فيه وميل على حط بنى امية وهذا عجيب منه لانه احد مواليهم وكان الاولى به ان يكون ممن يواليهم لا ممن يعاديهم))[1]

''یعنی احمد بن عبدربہ کا بیشتر کلام اس کے شیعہ ہونے پر دال ہے اور بنو امیہ کو گرانے یعنی ان کی تحقیر وتذلیل کرنے پر اس کا میلان ورجحان ہے۔ اور یہ چیز اس کے حق میں عجیب ہے کیونکہ وہ

[1] البدایہ والنہایہ (ابن کثیر) ص ۱۹۳-۱۹۴ ج ۱۱ تحت سنہ ۳۲۸ھ صاحب کتاب العقد الفرید

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بنو امیہ کے موالی (غلاموں) میں سے ایک شخص تھا۔ اس کو چاہیے تھا کہ وہ بنو امیہ کے ساتھ دوستی کا اظہار کرتا، لیکن وہ بنو امیہ کے ساتھ پوری عداوت اور دشمنی رکھتا ہے۔''

اسی طرح علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ نے ایک دوسرے مقام پر احمد بن عبدربہ کے متعلق لکھا ہے کہ

((لان صاحب العقد کان فیه تشیع شنیع ومغالاة فی اهل البیت وربما لا یفهم احد من کلامه ما فیه من التشیع))[1]

''کیونکہ صاحب عقد الفرید (احمد بن عبدربہ) میں قبیح تشیع اور اہل بیت کے حق میں بے جا غلو پایا جاتا ہے اور بسا اوقات اس کے کلام سے کوئی شخص اس کے تشیع کو نہیں سمجھ سکتا۔''

مختصر یہ ہے کہ احمد بن عبدربہ کے کلام پر ہرگز اعتماد نہیں کیا جا سکتا کیونکہ وہ اہل بیت کے حق میں بے جا غلو اور صحابہ بنو امیہ کے سخت خلاف جذبات رکھتا تھا۔ فلہٰذا اس شخص کے دیگر حوالہ جات کے متعلق بھی یہی حکم ہے، اور اس کی مرویات جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے خلاف منقول ہیں ان کو تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔

ایک شبہ کا ازالہ

معترض کی طرف سے کہا جا سکتا ہے کہ روایت ہذا کے متعلق علماء نے صحت کا قول کیا ہے اس لیے اس روایت کی قبولیت میں کیسے شبہ کیا جا سکتا ہے؟

جواباً عرض ہے کہ ہم نے جو کچھ کلام کیا ہے وہ مذکورہ ضابطہ کے تحت ذکر کیا ہے جو علماء میں مقبول ہے، اور راوی کے شدید قسم کے تشیع پر بھی حوالہ جات پیش کر دیے ہیں۔ ایسے سخت قسم کے غالی شیعوں کی روایت مقام طعن پر قابل اعتماد و قابل استدلال نہیں سمجھی جا سکتی۔ اس سلسلے میں اس فن کے علماء کا طریقہ کار یہ ہے کہ کئی مقامات پر راوی کے شیعہ اور رافضی ہونے کی وجہ سے روایت کو رد کیا جاتا ہے اور اس کو قبول نہیں کیا جاتا۔ اس مسئلے پر بطور مثال کے ایک حوالہ کتاب تنزیہ الشریعہ لابن العراق سے پیش کیا جاتا ہے:

((من لم یقل علی رضی اللہ عنہ خیر الناس، فقد کفر (خط) من حدیث علی وفیه محمد بن کثیر الکوفی، وهو المتهم به لانه کان شیعیا))[2]

یہاں روایت کو راوی کے تشیع کی بنا پر علمائے فن نے قبول نہیں کیا۔ یہ حوالہ بطور مثال کے پیش کیا گیا ہے ورنہ بے شمار مقامات پر اسی ضابطہ پر عمل کیا جاتا ہے۔

اور جن علماء نے مندرجہ روایت کی صحت کا قول کیا ہے ان میں سے بعض حضرات نے اپنی رجال اور تراجم کی کتاب میں اس راوی (ابو عبداللہ جدلی) کے حق میں غالی شیعہ ہونے کے نقد و جرح کے الفاظ بھی

[1] البدایہ والنہایہ (ابن کثیر) ص ۲۱ ج ۱۰ تحت خالد بن عبداللہ بن یزید

[2] تنزیہ الشریعہ (ابن عراق کنانی) جز اول ص ۳۵۳ تحت باب مناقب الخلفاء الاربعہ الفصل الاول روایت نمبر ۳۸۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

درج کیے ہیں اور ساتھ صحت روایت کا قول کر دیا...... یا للعجب!

ہم نے اس معاملے میں علماء کے قواعد اور ضوابط اور اقوال پیش نظر رکھ کر مسئلے کے دو پہلو واضح کر دیے ہیں اور تحقیق کی طرف توجہ دلا دی ہے۔ اب کبار علمائے فن کا کام ہے کہ اس مسئلے میں توفیق یا ترجیح قائم کریں۔ عوام کی حیثیت سے یہ چیز بالاتر ہے۔

۱۲ جیسا کہ ہم نے پہلے ذکر کیا ہے کہ اس دور کے سیاسی حالات کے پیش نظر بعض لوگ دو طبقوں میں تقسیم تھے اور اپنے اپنے نظریات کے مطابق دونوں فریق اپنے مخالف فریق کے خلاف نفرت کا اظہار کیا کرتے تھے اور بعض اوقات اپنی نفرت و عداوت کا اظہار سب و شتم کی صورت میں ہوتا تھا۔

۱۔ چنانچہ سب و شتم کا یہ معاملہ یکطرفہ نہیں تھا بلکہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے دور میں بھی آپ کے حامی لوگ اپنے مخالف فریق (حامیان عثمان) کے خلاف بدگوئی کیا کرتے تھے جیسا کہ درج ذیل واقعہ سے واضح ہے:

((ولبنی الارقم مسجد بالكوفة فلما قدم الكوفة علی رضی اللہ عنہ جعل اصحابه يتناولون عثمان۔ فقال بنو الارقم: لانقيم ببلد يشتم فيه عثمان۔ فخرجوا الی الجزيرة فنزلوا الرهاء وشهدوا مع معاوية صفين))[1]

''یعنی کوفہ میں قبیلہ بنی ارقم کے لیے ایک مسجد تھی۔ جب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کوفہ تشریف لائے تو آپ کے ہم نوا لوگ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں بدگوئی کرتے تھے۔ قبیلہ بنو ارقم کے لوگ کہنے لگے ہم ایسے شہر میں مقیم نہیں رہ سکتے جس شہر میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو سب و شتم کیا جاتا ہو۔ چنانچہ وہ لوگ کوفہ سے نکل کھڑے ہوئے اور الجزیرہ کے ایک مقام ''الرہا'' میں مقیم ہو گئے۔ بعد میں وہ لوگ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ صفین میں شامل ہوئے۔''

یہاں سے یہ بات واضح ہوئی کہ یہ سب و شتم کا سلسلہ صرف ایک فریق ہی کی طرف سے نہیں تھا بلکہ دونوں فریق کی جانب سے بعض لوگ اس قسم کی ناروا حرکات کرتے تھے جو دوسرے فریق کے لیے ناقابل برداشت ہو جاتی تھیں۔

۲۔ نیز سابق واقعہ کی طرح ایک اور واقعہ بھی ناظرین کرام ملاحظہ فرمائیں۔

کوفہ میں جب مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کا ۵۰ھ میں انتقال ہوا تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کی جگہ زیاد کو کوفہ کا والی و حاکم مقرر کیا۔ حجر بن عدی ان احکام کی سخت مخالفت کرتے تھے (جیسا کہ اس کی تفصیلات اپنے مقام پر درج ہیں) چنانچہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی حامیوں کی جماعتیں در جماعتیں حجر کے پاس جمع ہونے لگیں۔

---

[1] کتاب المحبر (ابوجعفر بغدادی) ص ۲۹۵ تحت عدی بن عمیرہ بن فروہ تحت عنوان من شہد صفین مع معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

((ویسبون معاویة ویتبرون منه))

''یعنی خلیفہ اسلام حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو سب وشتم کرتیں اور ان سے تبرا و بیزاری کا اعلان کرتی تھیں۔''[1]

مطلب یہ ہے کہ فریقین میں ایک نظریاتی تخالف اور فکری تقابل کا مسئلہ تھا جو اس دور میں بعض دفعہ جانبین کی طرف سے پایا جاتا تھا۔ مختصر یہ ہے کہ اسی طرح کئی دیگر روایات بھی معترض لوگوں نے اس باب میں فراہم کی ہوئی ہیں لیکن یہ تمام اخبار احاد ہیں یا بعض تاریخی ملغوبات ہیں قابل اعتناء نہیں اور ان کے پیش نظر کسی صحابی کو مطعون کرنا درست نہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مقام کتاب و سنت کی روشنی میں بہت رفیع ہے۔ فلہذا اس قسم کی روایات کے ذریعے سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے وقار کو مجروح اور ان کے دامن دیانت کو داغدار نہیں کیا جا سکتا۔ اگر بالفرض اس چیز کو بعض روایات کے اعتبار سے درست تسلیم کر بھی لیا جائے تو ان کا محمل وہی ہے جو کبار علمائے کرام نے اپنی تحقیق کی شکل میں ذکر کیا ہے۔ (اسے ہم صفحات گزشتہ میں نقل کر چکے ہیں)

یعنی یہ روایات، اختلاف رائے کرنے اور دوسرے فریق کی رائے کا تخطیہ کرنے یا ان کے طریق کار اور معاملات پر نقد و تنقید کرنے کے معانی پر محمول ہیں۔ اور کسی قسم کا معروف سب وشتم (گالی گلوچ) مقصود نہیں۔

مسئلہ ہذا درایت کی روشنی میں

سب وشتم کے مسئلے کے متعلق روایت کے اعتبار سے اور معانی ومحامل کے لحاظ سے چند چیزیں بیان کی گئی ہیں۔ اب درایت کے اعتبار سے بعض چیزیں اس مسئلے کے متعلق پیش کی جاتی ہیں جن سے یہ بات واضح ہو جائے گی کہ حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کی ذات گرامی کے متعلق سب وشتم کیے جانے کا جو پروپیگنڈا روایات میں پایا جاتا ہے وہ کس حد تک درست ہے؟ اور اس عہد کے واقعات کے ساتھ اس کی کس درجہ تک مطابقت پائی جاتی ہے؟ اور مندرجہ ذیل امور کی روشنی میں سب وشتم کا یہ مسئلہ کہاں تک صحیح ہے؟ اہل فکر حضرات اس پر نظر غائر فرمائیں۔ اگرچہ ان میں سے بعض اشیاء قبل ازیں کتاب ''مسئلہ اقربا نوازی'' ص ۲۱۸-۲۱۹ وغیرہ میں درج ہو چکی ہیں لیکن یہاں بعض حوالہ جات کا اضافہ کر دیا گیا ہے۔

جیسا کہ قارئین کرام کو معلوم ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے جب حضرت سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کے ساتھ مہادنت و مصالحت کر لی تھی تو سیدنا حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے ۴۱ھ میں خلافت کا معاملہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دیا تھا۔ اس وقت سے لے کر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے انتقال رجب ۶۰ھ تک یہ انیس سال

---

[1] البدایہ والنہایہ (ابن کثیر) ص ۵۰ ج ۸ تحت سنہ ۵۱ھ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چند ماہ کا عرصہ دراز ہے۔ اس عرصہ میں دونوں فریق کے باہمی تعلقات اور روابط درست تھے اور معاملات میں ان کی سیاسی کشیدگی فرو ہو گئی تھی۔ چنانچہ واقعات اس پر شاہد ہیں کہ ہاشمی حضرات کو حکومت کے معاملات میں عدالت کے مناصب بھی دیے گئے اور اکابر ہاشمی حضرات اس دور میں منصب قضا پر فائز رہے۔

مدینہ منورہ میں اول ہاشمی قاضی

(۱) علمائے تراجم نے لکھا ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے مروان بن حکم ۴۲ھ میں جب پہلی بار مدینہ منورہ کا والی تھا تو اس وقت منصب قضا کے لیے ایک قاضی کی ضرورت پیش آئی چنانچہ عبداللہ بن حارث بن نوفل بن حارث بن عبدالمطلب ہاشمی بزرگ کو مدینہ طیبہ کا قاضی مقرر کیا گیا۔ اس دور کے اکابر فرمایا کرتے تھے کہ مدینہ میں اسلام کے پہلے قاضی عبداللہ بن حارث بن نوفل ہاشمی رحمہ اللہ ہیں۔

① ((هذا اول قاضی رأیته فی الاسلام))[1] (قول حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ)

② ((وهو اول قاض بالمدينة من التابعين))[2]

غزوات میں ہاشمی غازی

(۲) حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کے دوران میں اکابر ہاشمی حضرات کے ساتھ ان کے تعلقات اور معاملات بہتر طریقے سے استوار تھے۔ مورخین اور اہل تراجم نے اس نوع کے متعدد واقعات ذکر کیے ہیں جو ان کے عمدہ روابط پر شاہد ہیں۔

مثلاً اس فن کے علماء نے لکھا ہے کہ حضرت سیدنا حسین ابن علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما کے رضاعی برادر قثم بن عباس رضی اللہ عنہ جن کا شمار صغار صحابہ میں کیا جاتا ہے، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں جہاد کی خاطر خراسان کے علاقے میں تشریف لے گئے اور جہاد میں شریک ہوئے۔ پھر جب غزوہ سمرقند پیش آیا تو اس غزوہ میں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے فرزند سعید بن عثمان رحمہ اللہ کماندار تھے۔ ان کی ماتحتی میں غزوہ میں شریک ہوئے اور کارہائے نمایاں سرانجام دے کر مرتبہ شہادت پر فائز ہوئے۔

((قال ابن سعد غزا قثم بن عباس خراسان وعليها سعيد بن عثمان بن عفان...... قال الزبير (بن بكار) سار قثم (بن عباس) فی ایام معاوية مع سعيد بن عثمان الى سمرقند فاستشهد بها))[3]

---

[1] طبقات ابن سعد ص ۱۳ ج ۵ تحت عبداللہ بن حارث بن نوفل

[2] کتاب الثقات (ابن حبان) ص ۵ ج ۵ تحت عبداللہ بن حارث بن نوفل

[3] طبقات ابن سعد ص ۱۰۱ ج ۷ قسم ثانی، تحت ذکر قثم بن عباس بن عبدالمطلب طبع لیڈن۔
کتاب نسب قریش (مصعب زبیری) ص ۲۷ تحت اولاد عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ
اسد الغابہ ص ۱۹۷ ج ۴ تذکرہ قثم بن عباس رضی اللہ عنہ   سیر اعلام النبلا (ذہبی) ص ۲۹۲ ج ۳ تحت ذکر قثم بن عباس رضی اللہ عنہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شیعہ کی طرف سے تائید

شیعہ علماء نے بھی قثم بن عباس ہاشمی رضی اللہ عنہما کے غزوہ سمرقند میں شریک جہاد ہو کر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں شہید ہونے کو بالوضاحت تحریر کیا ہے۔ چنانچہ ابن میثم بحرانی لکھتے ہیں کہ

((واستشهد بسمرقند فی زمن معاوية))[1]

''یعنی (قثم بن عباس ہاشمی رضی اللہ عنہما) (حضرت) امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) کے عہد خلافت میں غزوہ سمرقند میں شریک جہاد ہو کر شہید ہوئے۔''

اور عبداللہ مامقانی نے تنقیح المقال میں اسی مسئلے کو بعبارت ذیل ذکر کیا ہے:

((فسار قثم الی سمرقند فمات بها شهيدا))[2]

''یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت اور انتقال کے بعد سمرقند کے علاقے میں غزوہ کے لیے حضرت قثم رضی اللہ عنہ تشریف لے گئے اور وہاں غزوہ میں شہید ہو گئے۔''

یہ واقعہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کا ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ہاشمی حضرات اس دور کے غزوات میں بخوشی شریک ہو کر ثواب دارین حاصل کرتے تھے۔

(۳) اور حضرت سیدنا حسین ابن علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما نے بھی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں غزوات اور جنگی مہمات میں شریک و شامل ہو کر جہاد میں حصہ لیا اور امیر وقت کے ساتھ آپ کا عملی تعاون رہا۔ اس میں کسی مجبوری یا مقہوری کو کوئی دخل نہیں تھا۔ چنانچہ مورخین نے اسے بعبارت ذیل نقل کیا ہے:

۱۔ ((ووفد علی معاوية وتوجه غازيا الی القسطنطينية فی الجيش الذی كان اميره يزيد بن معاوية))[3]

۲۔ ((ولما توفی الحسن كان الحسين يفد الی معاوية فی كل عام فيعطيه ويكرمه وقد كان فی الجيش الذين غزوا القسطنطينية مع ابن معاوية يزيد فی سنة احدی و خمسين))[4]

(۴) اور یہ مسئلہ مسلمات میں سے ہے کہ عام الصلح کے بعد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاں سیدنا حسن

---

[1] شرح نہج البلاغہ (ابن میثم بحرانی شیعی) ص ۲۷ ج ۵ تحت عنوان من کتاب لہ علیہ السلام الی قثم بن عباس وہو عاملہ علیٰ مکہ (طبع جدید تہران)

[2] تنقیح المقال ص ۲۸ ج ۲، ابواب القاف تحت قثم بن عباس

[3] تہذیب تاریخ ابن عساکر (شیخ عبدالقادر بن بدران آفندی) ص ۳۱۱ ج ۴ تذکرہ حسین ابن علی رضی اللہ عنہما

[4] البدایہ والنہایہ (ابن کثیر) ص ۱۵۰-۱۵۱ ج ۸ تذکرہ خروج الحسینؓ الی العراق وکیفیت مقتلہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور سیدنا حسین اور دیگر ہاشمی حضرات مثلاً عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن جعفر اور حضرت عقیل بن ابی طالب رضی اللہ عنہم تشریف لے جایا کرتے تھے اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے ان حضرات کی مالی معاونت کی جاتی تھی اور بطور وظائف کے ان کو مالی عطیات پیش کیے جاتے تھے اور یہ حضرات بخوشی انھیں قبول اور وصول کیا کرتے تھے۔ مالی وظائف کا یہ مسئلہ شیعہ سنی دونوں مورخین کی کتابوں میں موجود ہے۔ تفصیلات میں جائے بغیر ہم ناظرین کے سامنے اسے اجمالی شکل میں پیش کرتے ہیں:

① ((فاعطاه اربعمائة الف درهم وروى المبرد ان الحسن كان يفد كل سنة على معاوية فيصله بمائة الف درهم))[1]

② ((كان له (الحسن بن على) على معاوية فى كل عام جائزة وكان يفد اليه فربما اجازه باربعمائة الف درهم وراتبه فى سنة مائة الف))[2]

③ ''حسین وے را گفت بنشیں کہ مارا رزقی در راہ است تا بیارند۔ بسے بر نیامد کہ پنج صرہ از دینار بیاوردند از معاویہ۔ اندر ہر صرہ ہزار دینار بود و گفتند کہ معاویہ از تو عذر می خواہد۔''[3]

④ ((فلما استقرت الخلافة لمعاوية كان الحسين يتردد اليه مع اخيه الحسن فيكرمهما معاوية اكرام زائدا ويقول لهما مرحبا واهلا ويعطيهما عطاء جزيلا وقد اطلق لهما فى يوم واحد مائتى الف يعنى فى بعض الايام))[4]

مذکورہ بالا حوالہ جات کا بالاختصار مفہوم درج ذیل ہے:

[1] (حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے) حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو چار لاکھ درہم عطیہ پیش کیا اور مبرد نے لکھا ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ ہر سال حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پہنچتے تھے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ان کو ایک لاکھ درہم پیش کرتے تھے۔

[2] امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو ہر سال وظیفہ دیا جاتا تھا اور آپ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاں تشریف لے جایا کرتے تھے بعض اوقات چار لاکھ درہم بھی ان کو دیا گیا اور ایک لاکھ درہم تو لازماً ہر سال دیا جاتا تھا۔

---

1. تہذیب تاریخ ابن عساکر ص ۲۰۰ ج ۴ تذکرہ حسن ابن علی رضی اللہ عنہ
2. الاصابہ (ابن حجر) ص ۳۲۹ ج ۱ تحت تذکرہ حسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ
البدایہ ص ۳۷ ج ۸ تذکرہ حسن بن علی رضی اللہ عنہ، ص ۴۱-۴۲ ج ۸ تذکرہ حسن بن علی رضی اللہ عنہ؛ ص ۱۳۷ ج ۸ تذکرہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ
3. کشف المحجوب (شیخ علی بن عثمان غزنوی ہجویری ثم لاہوری المتوفی ۴۵۶ھ) ص ۹۲-۹۳ باب ۸ تحت فی ذکر ائمتہم من اہل البیت، طبع سمرقند
4. البدایہ، ص ۱۵۰-۱۵۱ ج ۸ طبع اول مصر، تحت قصۃ الحسین وسبب خروجہ من مکہ الی العراق

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۳ (حضرت سیدنا حسین ابن علی رضی اللہ عنہما کی خدمت میں ایک سائل نے سوال کیا تو) سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تھوڑی دیر ٹھہر جائیے، امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) کی طرف سے ہمارا وظیفہ پہنچنے والا ہے۔ اسی اثنا میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے پانچ تھیلیاں پہنچیں جو ایک ایک ہزار دینار کی حامل تھیں۔ پہنچانے والوں نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے قلت مقدار کی معذرت کی۔

۴ جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت قائم ہوگئی تو سیدنا حسین رضی اللہ عنہ اپنے برادر سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کی معیت میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس آمد و رفت رکھتے تھے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ان دونوں حضرات کا بہت احترام کرتے تھے اور ان دونوں بزرگوں کا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ مرحباً اہلاً وسہلاً (خوش آمدید) کے باعزت الفاظ سے استقبال کرتے اور ان دونوں حضرات کو عطیات کثیرہ سے نوازتے تھے، اور بعض اوقات تو ایک ایک دن میں ان دونوں کو دو دو لاکھ درہم بھی پیش کیے جاتے تھے۔

مزید برآں اس مسئلے کی تائیدات اور شواہد کے متعلق ہم تفصیل میں نہیں جا سکتے، تاہم ناظرین کرام کے لیے ذیل میں ہم شیعہ اور سنی کتب سے صرف حوالہ جات ذکر کر دیتے ہیں تاکہ قارئین ان مقامات کی طرف رجوع کر کے تسلی فرمالیں:

سنی کتب سے

① مستدرک حاکم ص ۵۶۷ ج ۳ تحت ذکر عبداللہ بن جعفر طیار

② لطائف المعارف (ابو منصور عبدالملک بن محمد ثعالبی) ص ۲۱-۲۲ طبع مصر۔

شیعہ کتب سے

① شرح نہج البلاغہ، ابن ابی حدید ص ۴۰۵-۴۰۶ ج ۳ طبع قدیم بیروت تحت بحث فی المقارنہ بین جود ملوک بنی امیہ وملوک بنی ہاشم

② الفخری ص ۶۴ آخری فصل اول طبع مصر

③ جلاء العیون (ملا باقر مجلسی) طبع قدیم ص ۲۷۰، تحت باب در بیان نصوص امامت و معجزات امام حسن

④ امالی (شیخ طوسی) ص ۳۳۴ ج ۲ طبع نجف اشرف

⑤ فروع کافی ص ۲۶۲ ج ۲ طبع لکھنؤ تحت کتاب العقیقہ باب الاسماء والکنی

⑥ ناسخ التواریخ ص ۴۰، ج ۱۱ کتاب دوم طبع قدیم ایران، تحت مکالمہ مروان و آنحضرت (امام زین العابدین)

⑦ ناسخ التواریخ ص ۳۸۰ ج ۹ طراز المذہب مظفری، (طبع قدیم ایران) در بیان احتجاج عبداللہ بن جعفر با معاویہ و حکایت او با معاویہ و یزید

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مندرجہ بالا تمام حوالہ جات میں یہ بات واضح کر دی گئی ہے کہ اکابر ہاشمی حضرات حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں:

① حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آمد و رفت رکھتے تھے۔ یہ چیز حسن روابط پر مستقل قرینہ ہے۔

② اور اس دور کے اہم معاملات مثلاً منصب قضا وغیرہ قبول کر کے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ معاون رہتے تھے۔

③ عہد خلافت معاویہ کے جنگی معاملات میں پوری طرح تعاون کرتے تھے اور اس دور کے غزوات جہاد میں شریک و شامل ہو کر باقاعدہ غنائم سے حصہ حاصل کرتے اور مراتب شہادت کی سعادت پاتے تھے۔

④ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں یہ اکابر ہاشمی حضرات بشمول حسنین شریفین رضی اللہ عنہما بیت المال سے باقاعدگی کے ساتھ وقتی عطیات اور سالانہ وظائف حاصل کرتے تھے۔

مختصر یہ ہے کہ یہ تمام چیزیں اس بات پر قوی قرائن ہیں کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی ذات گرامی کے حق میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں سب وشتم نہیں کیا جاتا تھا اور ان کو منبروں پر برملا برا بھلا نہیں کہا جاتا تھا۔

بالفرض اگر سب وشتم کا پروپیگنڈا درست ہے اور واقعی منبروں پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف سب وشتم کی بوچھاڑ ہوتی تھی (جیسا کہ معترض احباب ذکر کرتے ہیں) تو پھر یہ اکابر حضرات حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ مندرجہ بالا تعلقات و روابط کس طرح قائم کیے ہوئے تھے اور دینی امور میں ان کے ساتھ کس طرح تعاون رکھے ہوئے تھے؟

ناظرین کرام! اندریں حالات معترض کی جانب سے پیش کردہ سب وشتم کی روایات یا مذکورہ بالا واقعات (جو قرائن میں پیش کیے گئے ہیں) ان میں سے کوئی ایک بات ہی درست ہو سکتی ہے۔ دونوں چیزوں کا بیک وقت صحیح ہونا مشکل امر ہے۔ غور فرمائیں۔

وجہ یہ ہے کہ یہ ایک فطری امر اور نفسیاتی چیز ہے کہ جس شخص کے اکابر اور آباء کو سب وشتم کیا جائے یا ان کے حق میں علیٰ روس الاشہاد بدگوئی کی جائے تو ایک باغیرت انسان اپنی حمیت کی بنا پر ایسے لوگوں کے ساتھ کوئی تعلق بھی قائم نہیں رکھ سکتا اور

① نہ ان لوگوں کی جانب سے مناصب و اعزاز حاصل کر سکتا ہے۔

② نہ ان کے ساتھ مل کر جہاد و غزوات میں شامل ہو سکتا ہے۔

③ اور نہ ان کے ساتھ میل و ملاقات پسند کر سکتا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

④ نہ ان سے مالی عطیات و ہدایا و وظائف حاصل کر سکتا ہے۔

⑤ حتیٰ کہ ایسی جماعت اور ایسے افراد و اشخاص کے ساتھ باہم سلام و کلام تک کا روا دار نہیں ہوتا۔

یہ امور معاشرہ کے مشاہدات میں سے ہیں۔ فلہٰذا معروضات بالا کی روشنی میں یہ امر واضح ہوتا ہے کہ معترض دوستوں کا اس مسئلے میں پروپیگنڈا درست نہیں ہے اور واقعات و مشاہدات بھی اس چیز کی نفی کرتے ہیں اور اس کے برعکس ہیں۔ فلہٰذا یہ قابل قبول نہیں۔ مسئلہ ہذا میں افراط وتفریط سے کام لیا گیا ورنہ درایت کے لحاظ سے اس پر غور کیا جا سکتا ہے۔ پس اس بات میں جمہور علمائے امت نے جو کچھ بیان فرمایا ہے وہی صحیح ہے اور اس کو ہم نے سابقاً متعدد بار تحریر کر دیا ہے، رجوع فرما کر تسلی کر لیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قول "لا اشبع الله بطنه" سے پرخوری کا اعتراض پھر اس کا حل

بعض روایات میں یہ واقعہ ذکر کیا گیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ ایک بار میں لڑکوں کے ساتھ کھیل رہا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو میں (از راہ شرم و حیا) دروازے کے پیچھے چھپنے لگا۔ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دیکھ لیا اور گردن سے پکڑا اور از راہ تلطف خفیف سی ضرب لگائی اور اس کے بعد فرمایا کہ معاویہ بن ابی سفیان کو بلا لاؤ۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ میں چلا گیا۔ اس وقت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کھانا کھا رہے تھے۔ میں نے واپس آ کر عرض کیا کہ وہ کھانا کھا رہے ہیں۔ پھر آپ نے مجھے فرمایا کہ جاؤ معاویہ کو بلا لاؤ، مجھے اس سے کام ہے۔ میں (دوبارہ) گیا اور وہ ابھی کھانا کھا رہے تھے۔ میں نے واپس آ کر عرض کیا کہ وہ ابھی کھانا کھا رہے ہیں۔ اس پر آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "لا اشبع الله بطنه" یعنی اللہ تعالیٰ اس کے شکم کو سیر نہ کرے۔

اس روایت کی بنا پر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر طعن قائم کرنے والے یہ اعتراض قائم کرتے ہیں کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پرخوری کی بددعا فرمائی تھی اور وہ کھانے سے سیر نہیں ہوتے تھے (یہ اخلاق اعتبار سے ایک قبیح خصلت ہے)۔

ازالہ اشکال

اعتراض کو حل کرنے کے لیے ذیل میں چند چیزیں ذکر کی جاتی ہیں ان پر توجہ کر لینے سے طعن مذکورہ بالا زائل ہو جائے گا۔ ان شاء اللہ

اولاً...... اصل واقعہ ہذا دیگر روایات میں اس طرح مذکور ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کو نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((قال اذهب فادع لی معاوية وكان كاتبه قال فسعيت فقلت اجب نبی الله صلی اللہ علیہ وسلم فانه علی حاجة))[1]

---

[1] مسند امام احمد ص ۲۹۱ ج ا تحت مسندات ابن عباس رضی اللہ عنہ
مسند امام احمد ص ۳۳۵ ج ا تحت مسندات ابن عباس رضی اللہ عنہ، طبع مصر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"یعنی آنجناب ﷺ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے فرمایا کہ جاؤ معاویہ کو میرے لیے بلا لاؤ۔ معاویہ رضی اللہ عنہ آنجناب ﷺ کے کاتب اور منشی تھے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں میں دوڑ کر گیا اور امیر معاویہ کو جا کر میں نے کہا کہ آنجناب ﷺ آپ کو بلاتے ہیں، جناب کو ضرورت ہے، آپ حاضر خدمت ہوں۔"

اس روایت میں اصل واقعہ کی نشاندہی اچھی طرح ہوگئی کہ

① ایک تو ابن عباس رضی اللہ عنہما کو بار بار روانہ کرنا اصل واقعہ میں شامل نہیں، ایک دفعہ ہی آنجناب ﷺ نے بھیجا ہے۔

② کلمہ "لا اشبع الله بطنه" کا فرمان بھی اصل واقعہ میں مذکور نہیں بلکہ بعد میں رواۃ کی طرف سے اضافہ شدہ جملہ ہے۔

روایت ہذا کے ذریعے سے ان ہر دو چیزوں کی سراغ رسانی ہوئی اور معلوم ہوا کہ اصل واقعہ اسی قدر ہے کہ جتنا کہ مسند احمد کی روایت میں مذکور ہے۔ لیکن بعض راویوں نے اس کو بڑھا کر طعن کی شکل میں ذکر کر دیا اور تعبیر راوی نے بات کو کہیں سے کہیں پہنچا دیا۔

ثانیاً...... زیر بحث روایت میں مذکورہ تصرفات جس راوی کی طرف سے پائے گئے ہیں ان کا نام "عمران بن ابی عطاء الاسدی الواسطی القصاب ابوحمزہ" ہے۔ اس راوی پر علمائے رجال نے نقد اور کلام کیا ہے:

① ((قال ابوزرعة لين وقال العقيلي لا يتابع على حديثه...... هو ضعيف))[1]

② ((قال ابوزرعة لين و ذكر له عقيلي حديثا استنكره))[2]

③ ((عن ابن عباس رضی اللہ عنہما لا يتابع على حديثه ولا يعرف الا به))[3]

"حاصل یہ ہے کہ ابوزرعہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ یہ شخص کمزور ہے۔ عقیلی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اس کی حدیث پر متابعت نہیں پائی گئی...... یہ ضعیف ہے، ابن عباس رضی اللہ عنہما سے جو اس نے روایت نقل کی ہے اس پر اس کا کوئی متابع نہیں ملا اور یہ روایت اس کے سوا کسی دوسرے سے معلوم نہیں ہو سکی۔"

امام نووی رحمہ اللہ نے بھی اس چیز کو درج ذیل الفاظ میں ذکر کیا ہے:

((وليس له عن ابن عباس رضی اللہ عنہما عن النبی ﷺ غير هذا الحديث...... هذا

---

1 میزان الاعتدال (ذہبی) ص ۲۳۹ ج ۳ تحت عمران بن ابی عطاء (طبع بیروت)

2 المغنی (ذہبی) ص ۴۷۹ ج ۲ تحت عمران بن ابی عطاء (طبع بیروت)

3 کتاب الضعفاء الکبیر (عقیلی) ص ۲۹۹ ج ۳ طبع جدید، تحت عمران بن ابی عطاء ابوحمزہ قصاب

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

القصاب فله فی مسلم هذا الحدیث وحده ولا ذکر له فی البخاری))[1]

ثالثاً...... جستجو کرنے سے مزید یہ تصریح بھی دستیاب ہوگئی ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر پرخوری کا طعن اولاً قائم کرنے والے اور اس کار خیر کے نشر کرنے والے بھی یہی بزرگ ہیں اور یہ ان کا متفردانہ قول ہے اور راوی کا متفرد قول قابل اعتنا نہیں ہوتا۔

چنانچہ بلاذری رحمہ اللہ نے اس کی نشاندہی کی ہے۔ لکھتے ہیں کہ:

((قال ابوحمزة فکان معاویة بعد ذالك لا یشبع))[2]

مسئلہ صاف طور پر معلوم ہوگیا کہ اصل طعن ثبت کرنے والے یہی بزرگ ہیں۔ اسی بنا پر علمائے کبار نے فرمایا کہ اس مسئلے میں اس کا کوئی متابع نہیں پایا گیا۔ یہ شخص ضعیف ہے اور یہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کرنے میں متفرد ہے اور مسلم نے اس کی دیگر حدیث نہیں لی اور امام بخاری رحمہ اللہ نے اس کو ذکر نہیں کیا۔[3]

بصورت دیگر اگر بالفرض روایت پر نقد اور تنقید سے قطع نظر کرلیا جائے اور اس جملہ کو برحال رکھا جائے تاہم اس جملہ کو بددعا پر محمول کرنا مناسب نہیں بلکہ اس کے لیے دیگر محامل ہو سکتے ہیں۔ اس کی خاطر معروضات ذیل پر نظر فرمائیں:

حضرت سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں جناب سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک دعا امام بخاری رحمہ اللہ نے تاریخ الکبیر میں نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

((کان معاویة ردف النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال: یا معاویة! ما یلینی منك؟ قال بطنی۔ قال اللهم املأه علما وحلما))[4]

"یعنی ایک دفعہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے ایک سواری پر سوار ہو کر تشریف لے جا رہے تھے تو آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں ارشاد فرمایا کہ تمھارے جسم کا کون سا حصہ میرے قریب تر ہے؟ تو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ میرا شکم آپ کے نزدیک ہے۔ اس وقت آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اللہ! اسے علم اور حلم (بردباری) سے پر فرما دے۔"

اس روایت میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بطن کے لیے علم و حلم کی دعائے خیر فرمائی گئی ہے۔ یہ مذکورہ بالا روایت کے بالمقابل ہے کیونکہ اسی بطن کو اس روایت میں بددعا دی جا رہی ہے اور روایت ہذا میں اسی بطن کو

---

[1] شرح مسلم (نووی) ص ۳۲۵ ج ۲ تحت باب من لعنہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم اوسبہ...... (طبع دہلی)

[2] انساب الاشراف (بلاذری) ص ۱۰۶ ج ۴ ق ۱، تحت ترجمہ معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما طبع یروشلم۔

[3] شرح مسلم (نووی) ص ۳۲۵ ج ۲ باب من لعنہ النبی اوسبہ اودعا علیہ

[4] التاریخ الکبیر (بخاری) ص ۱۸۰ ج ۴ ق ۲ باب وحشی (وحشی حبشی) مولیٰ جبیر بن مطعم۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علم وحلم سے پر کرنے کی دعا فرمائی ہے۔ روایات کا تقابل خود اس بات کا قرینہ ہے کہ یہاں حقیقتاً بددعا مقصود نہیں۔

۲۔ نیز کسی مسلمان کو بددعا دینا جناب رسالت مآب ﷺ کی عام عادت مبارک کے خلاف ہے۔ آنجناب ﷺ عموماً دعا ہی دیا کرتے تھے۔

۳۔ بلاقصور اور بغیر کسی غلطی کے بددعا کرنا شان نبوت کے خلاف ہے۔ اور خصوصاً فعل مباح پر بددعا کرنا تو عجیب تر بات ہے۔ وجہ یہ ہے کہ کھانے میں دیر لگانا نہ شرعاً برا ہے اور نہ اخلاقاً ناروا ہے۔ ایک فعل مباح پر ایسے زجر کے کلمات فرمانا عام دستور مبارک کے خلاف ہے۔

۴۔ کبار محدثین نے اس نوع کے کلمات کے محامل ذکر کرتے ہوئے ان کو زبان زد محاورات اور غیر ارادی کلمات کے درجے میں شمار کیا ہے۔ اہل لسان کے نزدیک ایسے کلمات بغیر قصد کے متکلم سے صادر ہوتے ہیں اور ان سے لغوی معانی مقصود نہیں ہوتے، مثلاً:

ثقلتك امك۔ عقری وحلقی۔ تربت یداك۔ علی رغم انفك وغیرہ وغیرہ۔ ان کلمات میں بددعا مقصود نہیں ہوتی۔ اسی نوع کے کلمات میں لا اشبع الله بطنه کو داخل کیا جاتا ہے۔

ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((هذا دعاء لا یراد وقوعه بل عادة العرب التكلم بمثله علی سبیل التلطف...... ثم هذا و امثال ذالك مثل تربت یداه وثقلته امه مما یقع فی كلامهم لدلالة علی تهویل الخبر وان ما سمعه لا یوافقه لا للقصد الی وقوع مدلوله الاصلی والدلالة علی التماسه))[1]

شرح مسلم نووی[2] اور تطہیر الجنان[3] لابن حجر مکی میں یہی مضمون منقول ہے۔

نیز ملا علی قاری رحمہ اللہ نے شرح مشکوۃ میں "ثقلتك امك" کے تحت یہ چیز ذکر کی ہے۔

((ای فقدتك امك وهو دعاء علیه بالموت علی ظاهره ولا یراد وقوعه بل هو تأدیب و تنبیه من الغفلة وتعجیب وتعظیم للامر))[4]

''یعنی بظاہر تو یہ کلمات ''موت کی بددعا'' ہیں لیکن متکلم کے نزدیک اس کا وقوع مراد نہیں ہوتا بلکہ

۱۔ مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح ص۲۷۳ ج ۵ باب خطبۃ یوم النحر، الفصل الاول طبع ملتان

۲۔ شرح مسلم (نووی) ص ۳۲۵ ج ۲ باب من لعنہ النبی ﷺ اوسبہ...... الخ، طبع دہلی

۳۔ تطہیر الجنان (ابن حجر مکی) مع الصواعق المحرقۃ ص ۲۹ الفصل الثالث فی الجواب عن امور...... الخ

۴۔ مرقاۃ شرح مشکوۃ، علی بن سلطان محمد قاری ص ۱۰۶ ج، اتحت لفظ ''ثقلتک امک'' کتاب الایمان الفصل الثانی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس قسم کی تادیب اور غفلت سے تنبیہ ہوتی ہے اور معاملہ کو قابل تعجب اور بڑا جتلانا مقصود ہوتا ہے۔"

مطلب یہ ہے کہ "لا اشبع الله بطنه" کے کلمات بھی بطور تنبیہ یا تعجب وغیرہ کے ہیں، ان سے بددعا مراد نہیں۔

۵۔ نیز محدثین کرام اس روایت کی ایک عمدہ توجیہ ذکر کرتے ہیں اور وہ دیگر صحیح روایات کی روشنی میں بالکل درست ہے وہ اس طرح ہے کہ سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں انسان ہوں اور لوگوں کے ساتھ بعض دفعہ راضی ہوتا ہوں اور بعض اوقات ناراض ہو جاتا ہوں اور سخت کلمات بھی صادر ہو جاتے ہیں، تو میں نے اپنے رب تعالیٰ کے ساتھ شرط کر رکھی ہے کہ

((فایما احد دعوت علیه من امتی بدعوة لیس لها باهل ان تجعلها له طهورا وزکاة وقربة تقربه بها منه یوم القیامة))[1]

"یعنی فرمایا کہ میری امت میں سے جس کے خلاف میں ایسے کلمات کہہ دوں جن کا وہ مستحق نہیں ہے تو اے اللہ! (ایسی صورت میں) ان کلمات کو اس شخص کے حق میں پاک اور صاف کر دینے والے بنا دے اور قیامت کے دن ان کی نزدیکی اور تقرب کا باعث بنا دے۔"

پس فرمان ہذا کے اعتبار سے اگر آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے بالفرض بددعا کے طور پر یہ مذکورہ جملہ (لا اشبع الله بطنه) ارشاد فرمایا ہو تو پھر بھی وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیے باعث تطہیر ہوا اور قیامت میں تقرب کا سبب بنے گا۔

بہرکیف محدثین کرام نے اس مقام پر واضح الفاظ میں تصریح کر دی ہے کہ

((ان هذا الحدیث من مناقب معاویة الجلیلة لانه بان بما قررته انه دعاء لمعاویة رضی اللہ عنہ لا علیه وبه صرح الامام النووی))[2]

"یعنی یہ مذکورہ حدیث حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں گراں قدر مناقب میں سے ہے۔ کیونکہ

---

[1] مسلم شریف ص ۳۲۴ ج ۲ باب من لعنہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم او سبہ او دعاء علیہ ...... الخ
مسند ابی یعلی الموصلی ص ۸۹ ج ۲ تحت مسندات ابی سعید خدری
شرح مسلم، نووی ص ۳۲۵ ج ۲ تحت الحدیث
اکمال اکمال المعلم شرح مسلم ص ۴۷ ج ۷ باب دعاہ صلی اللہ علیہ وسلم لمن دعا علیہ ...... الخ
تطہیر الجنان، ابن حجر مکی ص ۲۹ الفصل الثالث فی الجواب عن امور طعن علیہ ...... الخ
الناہیہ عن طعن معاویہ ص ۳۵ تحت جواب طعن ثانی۔ طبع ملتان۔

[2] تطہیر الجنان واللسان مع الصواعق المحرقہ (ابن حجر مکی) ص ۲۹ تحت الفصل الثالث۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(جیسا کہ ہم نے اس کی تشریح لکھی ہے) یہ ان کے حق میں دعائے خیر ہے نہ کہ بددعا۔ امام نووی رحمہ اللہ نے اس کی وضاحت کر دی ہے۔''

اور یہ دیگر شارحین مسلم شریف نے اسی طرح تحریر کیا ہے۔

⑥ ناظرین کرام! توجہ فرمائیں کہ اصل واقعہ جو روایت میں مذکور ہے اس سے تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں ''اعتماد نبوی'' اور ''امانت داری'' عمدہ طریقہ سے ثابت ہوتی ہے اور یہ ان کی کمال خوش نصیبی ہے کیونکہ معاویہ رضی اللہ عنہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں کتابت و انشاء کی خدمات جلیلہ سرانجام دیتے تھے اور اسی سلسلے میں اس موقع پر بھی بلائے گئے۔ لیکن مخالفین نے الٹا اس واقعہ کو اعتراض کی شکل دے دی اور اس سے ''پرخوری'' کا طعن تجویز کر لیا۔ (فیا للعجب) سچ ہے کہ

ع ہنر بچشم عداوت بزرگ ترعیب است

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بسر بن ارطاۃ کے مظالم کے متعلقات

اعتراض قائم کرنے والے احباب بسر بن ارطاۃ کے مظالم کا ذکر کرتے ہوئے اس موقع پر درج ذیل واقعہ لکھتے ہیں:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی طرف سے علاقہ حجاز و یمن پر آپ کے چچا زاد برادر عبیداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما حاکم تھے۔ اسی دوران میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے بسر بن ارطاۃ کو اس علاقے کا گورنر بنا کر بھیج دیا۔ جب بسر بن ارطاۃ اس علاقہ میں پہنچا تو اس نے بہت مظالم کیے اور کئی لوگوں کو قتل کر ڈالا۔ عبیداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اس کے مقابلے کی تاب نہ لا سکے اور کوفہ چلے گئے تو بسر بن ارطاۃ نے ان کے دو صغیر السن فرزندوں عبدالرحمٰن اور قثم کو قتل کر ڈالا جن کا کوئی قصور نہ تھا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے بسر بن ارطاۃ کے مظالم پر کوئی کارروائی نہیں کی اور اسے کوئی سزا نہیں دی۔ اس طرح انھوں نے اپنے حکام وولاۃ کو قانون سے بالاتر قرار دے رکھا تھا اور قانون کی بالاتری کا خاتمہ کیے ہوئے تھے۔

شبہ کا ازالہ

مندرجہ بالا اعتراضات کو صاف کرنے کے لیے مندرجہ ذیل چیزوں پر نظر فرمائیں، امید ہے کہ ان شبہات کا ازالہ ہو سکے گا۔

جس دور میں یہ واقعات مذکورہ بالا پیش آئے ہیں وہ ایک ابتلائی دور تھا اور اس میں ہر ایک فریق دوسرے سے مسابقت اور تجاوز کرنے کی کوشش میں تھا۔ ہر فریق ایک دوسرے کے علاقے پر اپنے ہم نوا لوگوں کی حمایت پر زور دے رہے تھے۔ ان حالات میں بعض دفعہ زیادتیوں اور مظالم کا پایا جانا ایک فطرتی امر ہے اور ہر ایک فریق سے اس نوع کی ناروا کارروائیوں کا صادر ہونا کچھ بعید نہیں۔

نیز یہ چیز بھی ہے کہ بسر بن ارطاۃ وغیرہ کے مظالم جو معترض دوستوں نے ذکر کیے ہیں اسی نوع کے واقعات حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی جماعت کی طرف سے بھی بعض اوقات پائے گئے ہیں اور ان لوگوں کے تجاوزات اور زیادتیوں پر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی طرف سے کوئی گرفت اور مواخذے کا ذکر ہماری معلومات کی حد تک نہیں پایا جاتا۔ مورخین نے اس نوع کے چند ایک واقعات نقل کیے ہیں، ان پر نظر فرمالیں:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

① مثلاً مورخین نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے دور کا ایک واقعہ ذکر کیا ہے جو بنی فزارہ کے ایک شخص کے قتل کے متعلق ہے۔ واقعہ اس طرح ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے خصوصی معاون اشتر نے لوگوں کو اہل شام کے خلاف قتال پر آمادہ کرنا چاہا تو بنی فزارہ کے ایک شخص اربد نے اس معاملے میں مخالفت کی۔ اس پر اشتر اٹھ کھڑا ہوا اور لوگوں سے کہا کہ فزاری کو پکڑو، جانے نہ پائے۔ اربد بھاگ کھڑا ہوا اور بازار کے ایک مکان میں جا داخل ہوا۔ اشتر کے آدمیوں نے اسے وہاں جا لیا اور لاتوں مکوں اور تلوار کی میانوں سے خوب مارا، حتیٰ کہ وہ ہلاک ہوگیا۔ جب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں یہ معاملہ پیش کیا گیا تو آپ نے دریافت فرمایا کہ اسے کس نے قتل کیا ہے؟ عرض کیا گیا کہ اسے ہمدانیوں نے قتل کیا اور کچھ دوسرے لوگ بھی شامل تھے۔ آپ نے فرمایا یہ بلوہ میں قتل ہوا ہے اور اس کا قاتل مشتبہ ہے، متعین نہیں۔ چنانچہ اس کی دیت مسلمانوں کے بیت المال سے ادا کی جائے۔

مشہور شیعی مورخ نصر بن مزاحم کہتا ہے کہ:

((فقام الاشتر فقال من لهذا ايها الناس! وهرب الفزاری واشتد الناس على اثره فلحق بمكان من السوق تباع فيه البرازين فوطوه بارجلهم وضربو بايديهم ونعال سيوفهم حتى قتل فاتى على فقيل يا امير المومنين! قتل الرجل قال ومن قتله؟ قالوا قتله همدان و فيهم شوبة من الناس فقال قتيل عمية لا يدرى من قتله ديته من بيت مال المسلمين))[1]

② اسی طرح مورخین لکھتے ہیں کہ بصرہ کے علاقے سے جب عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کوفہ کی طرف تشریف لے گئے تو زیاد کو اپنا قائم مقام چھوڑا۔ اسی دوران میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے عبداللہ بن عمرو حضرمی ایک مکتوب اہل بصرہ کے لیے لائے جس میں ان کو عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے تعاون کا جو اقرار تھا اس کی طرف دعوت دی گئی تھی۔ عبداللہ بن عمرو حضرمی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا یہ مکتوب لے کر بصرہ میں بنی تمیم کے ہاں آ کر ٹھہرے اور انھوں نے انھیں پناہ دی۔ اس دوران میں زیاد کے ساتھ بنی تمیم کا تنازع اور معارضہ ہوا جس میں بنی تمیم کا ایک شخص مارا گیا۔ زیاد نے ان حالات سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو آگاہ کیا۔

((فبعث عند ذالك على جارية بن قدامة التميمى فى خمسين رجلا الى قومه بنى تميم...... وقصده جارية فحصره فى دار هو وجماعة معه...... فحرقهم بالنار......))[2]

---

[1] وقعۃ الصفین (نصر بن مزاحم المنقری الشیعی الرافضی) ص ۱۰۵-۱۰۶ طبع مصر (تحت مقتل اربد الفزاری خطبۃ الاشتر)

[2] البدایہ والنہایہ (ابن کثیر) ص ۳۱۶ ج ۷ تحت واقعہ ہذا، سنہ ۳۸ھ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''یعنی علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے جاریہ بن قدامہ تمیمی کو اس کی قوم کی طرف پچاس آدمیوں کے ہمراہ بھیجا تا کہ بنی تمیم عبداللہ بن عمرو حضرمی کی حمایت سے دستبردار ہو جائیں۔ مگر بنی تمیم اس پر آمادہ نہیں ہوئے اور ابن حضرمی کی حمایت پر قائم رہے۔ اس وقت جاریہ بن قدامہ نے حضرمی اور ان کے ساتھیوں کا ایک گھر میں محاصرہ کر لیا (بعض کہتے ہیں کہ وہ چالیس افراد تھے اور بعض کے نزدیک ان کی تعداد ستر تھی) اور ان تمام کو آگ میں جلا دیا۔''

اور علامہ ذہبی رحمہ اللہ نے بھی اس واقعہ کو بالفاظ ذیل کیا ہے:

((فاحرق علیه الدار فاحترق فیها خلق))[1]

''یعنی جس گھر میں عبداللہ بن عمرو حضرمی اور ان کے ساتھی تھے اس کو جاریہ بن قدامہ نے جلا ڈالا اور ایک مخلوق اس میں جل کر راکھ ہو گئی۔''

(۳) فتنہ اور ابتلائی دور کا ایک اور مشہور واقعہ مورخین اس طرح ذکر کرتے ہیں (جس طرح کہ سوال میں معترض نے ذکر کیا) کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے بسر بن ارطاۃ کو علاقہ حجاز کا حاکم بنا کر روانہ کیا۔ جب یہ یمن پہنچا تو عبیداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما والی یمن سے معارضہ ہوا۔ عبیداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما مقابلے کی تاب نہ لا کر کوفہ چلے گئے۔ بعد میں بسر بن ارطاۃ نے کئی مظالم کیے حتیٰ کہ بقول مورخین اس نے عبیداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے دو صغیر السن فرزندوں عبدالرحمٰن اور قثم کو قتل کر ڈالا۔ بسر کے مقابلے اور جوابی کارروائی کے لیے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے جاریہ بن قدامہ کو روانہ کیا۔

طبری لکھتے ہیں:

((فسار جاریة حتی اتی نجران فحرق بها واخذ ناسا من شیعة عثمان فقتلهم وهرب بسر واصحابه منه واتبعهم حتی بلغ مکة))[2]

''یعنی جب جاریہ بن قدامہ نجران پہنچا تو اس نے وہاں لوگوں کو جلا ڈالا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بے شمار حامیوں کو پکڑ کر قتل کر ڈالا۔ بسر اور اس کے ساتھی مکہ کی طرف بھاگ گئے۔ جاریہ نے ان کا مکہ تک تعاقب کیا۔''

اور ذہبی رحمہ اللہ نے اس چیز کو بالفاظ ذیل درج کیا ہے:

((فبعث جاریة هذا فجعل لا یجد احدا خلع علیا الا قتله وحرقه بالنار حتی

---

[1] تاریخ اسلام (ذہبی) ص ۲۱۴ ج ۲ تحت ترجمہ جاریہ بن قدامہ

[2] تاریخ ابن جریر طبری ص ۸۰-۸۱ ج ۶ تحت توجیہ معاویہ بسر بن ارطاۃ سنہ ۴۰ھ

البدایہ ص ۳۲۲ جلد ج ۷ تحت سنہ ۴۰ھ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انتھی الی الیمن فسمی محرقا))[1]

''یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس موقع پر جاریہ بن قدامہ کو روانہ فرمایا۔ جاریہ یمن پہنچا۔ جس شخص کو بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منحرف معلوم کرتا اس کو قتل کر دیتا تھا اور آگ میں جلا دیتا تھا۔ اس بنا پر لوگ جاریہ کو محرق کہنے لگے (یعنی جلا ڈالنے والا)۔''

جاریہ بن قدامہ کے اس قتل عام اور مظالم کو قدیم شیعہ مورخین یعقوبی و مسعودی وغیرہ نے بھی اپنے انداز میں ذکر کیا ہے:

((وقتل من اصحابه خلقا واتبعهم بقتل واسر حتى بلغ مكة))[2]

''یعنی بسر کے حامیوں کی ایک بڑی جماعت کو جاریہ نے قتل کیا اور قید کیا اور یہ سلسلہ اس نے جاری رکھا حتیٰ کہ مکہ پہنچا۔''

مدینہ میں فساد

جاریہ بن قدامہ حسب معمول قتل و غارت کرتا ہوا مدینہ شریف پہنچا۔ یہاں ان ایام میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نماز پڑھایا کرتے تھے۔ جاریہ کے قتل و غارت کے متعلق سن چکے تھے اس لیے جب جاریہ بن قدامہ وہاں پہنچا تو آپ مدینہ شریف سے فرار ہو گئے۔ جب جاریہ کو آپ کے فرار کی خبر ملی تو وہ کہنے لگا: اگر میں ابوسنور (ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ) پر قابو پا لیتا تو اس کی گردن اڑا دیتا۔

جاریہ نے اہل مدینہ سے کہا کہ جناب حسن بن علی (رضی اللہ عنہ) کے لیے بیعت کرو۔ چنانچہ لوگوں نے اس کے حکم پر بیعت کی پھر یہ مدینہ شریف سے کوفہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ اس کے چلے جانے کے بعد حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ واپس تشریف لائے اور حسب معمول نمازیں پڑھانے لگے۔

تاریخ طبری میں ہے کہ

((ثم سار حتى اتى المدينة وابوهريرة يصلى بهم فهرب منه فقال جارية والله لو اخذت ابا سنور لضربت عنقه ثم قال لاهل المدينة بايعوا لحسن بن علی فبايعوه واقام يومه ثم خرج منصرفا الى الكوفة وعاد ابوهريرة فصلى بهم))[3]

---

[1] تاریخ اسلام (ذہبی) ص ۲۱۴ ج ۲ (سنہ ۵۰ھ) تحت تراجم اہل ہذہ الطبقہ ترجمہ جاریہ بن قدامہ

[2] تاریخ یعقوبی شیعی ص ۱۹۹ ج ۲ تحت حالات بسر بن ارطاۃ
مروج الذہب (مسعودی شیعی) ص ۳۱ ج ۳ تحت ذکر ایام معاویہ بن ابی سفیان

[3] تاریخ ابن جریر طبری ص ۸۱ ج ۲ تحت توجیہ معاویہ بسر بن ارطاۃ سنہ ۴۰ھ
البدایہ (ابن کثیر) ص ۳۲۲ ج ۷ تحت سنہ ۴۰ھ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نتائج وفوائد

گزشتہ واقعات کی روشنی میں مندرجہ ذیل چیزیں ثابت ہوتی ہیں:

① بنی فزارہ کے ایک شخص اربد کا قتل اشتر نخعی کے لوگوں کو برانگیختہ کرنے پر وقوع پذیر ہوا۔ حالانکہ وہ گردن زدنی سزا کا مستحق نہیں تھا۔ پھر اس کی دیت کا مسئلہ آیا تو قتل پر ابھارنے والوں اور قتل کرنے والوں سے دیت نہیں دلوائی گئی بلکہ مسلمانوں کے بیت المال سے دلوائی گئی۔ لیکن اسی نوع کا معاملہ اگر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں پایا جاتا ہے اور معاملہ مشتبہ ہونے کی بنا پر دیت مسلمانوں کے بیت المال سے دلوائی جاتی ہے تو معترضین حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر بیت المال سے دیت ادا کرنے کا طعن قائم کرتے ہیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے چشم پوشی اختیار کی جاتی ہے۔ دراصل حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر بھی طعن قائم نہیں کیا جانا چاہیے جس طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ پر اس مقام پر کوئی اعتراض نہیں۔ اس موقع کے واقعات کو ان حضرات کی صوابدید پر چھوڑنا مناسب ہے۔

② عبداللہ بن عمرو حضرمی کے واقعے میں ناظرین کرام نے ملاحظہ فرمالیا ہے کہ بنی تمیم کا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے ساتھ عہد کا مسئلہ تھا جو بظاہر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف تھا لیکن وہ اس کا خلاف نہیں کرنا چاہتے تھے تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے فرستادہ شخص جاریہ بن قدامہ نے کم وبیش چالیس یا ستر آدمیوں کا محاصرہ کر کے جلا ڈالا اور بقول بعض مورخین ایک بڑی مخلوق کو نذر آتش کر دیا۔ مختصر یہ ہے کہ بنی تمیم کا نظریاتی اختلاف تھا۔ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف رائے رکھتے تھے۔ اسلام میں اس جرم کی سزا کیا احراق وتحریق ہے؟

یہ کوئی معمولی واقعہ نہیں بلکہ اپنی جگہ پر ایک بڑا سنگین واقعہ ہے۔ اس میں بھی مورخین کے قول کے مطابق حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے نہ اس شخص (جاریہ بن قدامہ) سے باز پرس کی نہ کوئی سزا دی اور نہ اسے معزول ہی کیا۔

اسی طرح کا مسئلہ اگر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں پیش آ جائے تو معترض احباب طعن و تشنیع کرتے کرتے آسمان پر پہنچتے ہیں۔ آخر اس یکطرفہ طریق کار کی وجہ کیا ہے؟

③ تیسرا واقعہ بسر بن ارطاۃ کے مقابلے کے لیے جاریہ بن قدامہ کا علاقہ یمن میں پہنچنا اور لوگوں کو جلا ڈالنا اور شیعان عثمان کو پکڑ کر قتل کر ڈالنا یہ اپنی جگہ اگرچہ جوابی کارروائی ہے مگر شیعان عثمان کو بے دریغ جلانا اور قتل کر ڈالنا جاریہ بن قدامہ کے مظالم اور تجاوزات سے ہیں جن پر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی طرف سے کوئی محاسبہ یا گرفت اور کوئی سزا یا سرزنش ہمارے مطالعہ کی حد تک مورخین نے ذکر نہیں کی۔

مدینہ شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے خلاف جاریہ بن قدامہ کا یہ کہنا کہ اگر میں اس پر قابو پالیتا تو گردن اڑا دیتا، یہ گردن اڑا دینا آپ کے کون سے جرم کی شرعی سزا ہے؟

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بسر بن ارطاۃ کے مظالم ذکر کرنے والے حضرات کو جاریہ بن قدامہ کے اس قسم کے تجاوزات اور مظالم کیا نظر نہیں آتے؟ اور اشتر نخعی کے تجاوزات اور اس کی چیرہ دستیاں معترض احباب کو فراموش ہو جاتی ہیں جو مورخین نے ذکر کی ہیں؟ اگر یہ لوگ اپنی فطرت سے مجبور ہیں تو ان کو دونوں طرف نظر ڈالنی چاہیے اور طعن کے معاملے میں ان کو توازن قائم رکھنا چاہیے۔ ہمارا مشورہ تو معترض احباب کے لیے یہ ہے کہ دونوں جانب اعتراض کرنے سے اجتناب کریں اور ان لوگوں کو اپنے حال پر چھوڑ دیں۔

انتباہ

ماقبل میں ناظرین نے تاریخی روایات کی روشنی میں چند واقعات ملاحظہ کر لیے۔ اسی قسم کے متعدد واقعات دونوں فریق کے خلاف اعتراضات قائم کرنے کے لیے تاریخ میں دستیاب ہو سکتے ہیں۔ لیکن اس مقام پر ہمارا موقف اور مسلک یہ ہے کہ ہم ایسے تاریخی واقعات کو جو کسی طرح بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی دیانت عظمت اور علو مرتبت کے منافی ہوں اور ان سے عیب اور تنقیص کا پہلو نکلتا ہو کسی صورت میں بھی صحیح نہیں سمجھتے خواہ وہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے متعلق ہوں یا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق ہوں کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مقام اس نوع کی تاریخی روایاتً سے بالاتر ہے اور ان سے صحابہ کے دینی وقار کو مجروح نہیں کیا جا سکتا۔

تنبیہ

معترض احباب نے مذکورہ واقعہ کو بڑی اہمیت دی ہے جس میں عبیداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے صغیر السن فرزندوں (عبدالرحمٰن اور قثم) کو قتل کر دینا مذکور ہے۔ اس کے متعلق ہم یہاں چند چیزیں ذکر کرنا چاہتے ہیں جس سے اس واقعہ کا بے اصل ہونا واضح ہو جائے گا:

① پہلی چیز یہ ہے کہ اکابر مورخین نے اس مقام پر بسر کے حالات کو تو ذکر کیا ہے مگر بچوں کا یہ قتل بالکل ذکر نہیں کیا:

(الف) تاریخ خلیفہ ابن خیاط تحت سنہ ۴۰ھ تحت واقعہ ہذا

(ب) طبقات ابن سعد ج ۷ قسم ثانی تحت بسر بن ارطاۃ

(ج) نسب قریش (مصعب زبیری) تحت حالات عبیداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما

(د) الاصابہ (ابن حجر) ص ۴۳۰-۴۳۱ ج ۲ تحت عبیداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما

مندرجہ بالا اکابر مورخین و محدثین نے بسر کا واقعہ ہذا اور عبیداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا عامل یمن ہونا وغیرہ تحریر کیا ہے مگر ان میں سے کسی ایک نے بھی فرزندوں کے قتل کا واقعہ ذکر نہیں کیا حالانکہ ایسے دردناک واقعہ کا ذکر کرنا نہایت اہم اور ضروری تھا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوسری گزارش یہ ہے کہ اس واقعہ کو نقل کرنے والوں میں اونچا بزرگ ابن جریر طبری ہے جس نے ۴۰ھ کے تحت بچوں کے قتل کا یہ واقعہ ذکر کیا ہے اور طبری نے روایت ہذا کی جو سند ذکر کی ہے (عن زیاد بن عبداللہ البکائی عن عوانہ قال ارسل معاویۃ) اس میں واضح انقطاع پایا جاتا ہے۔ مذکورہ رواۃ میں سے عوانہ (ابن الحکم) کی وفات بقول بعض مورخین ۱۴۷ھ اور بقول حافظ ابن حجر رحمہ اللہ ۱۵۸ھ میں ہے جبکہ واقعہ ہذا بقول طبری ۴۰ھ میں پیش آیا۔ ظاہر ہے کہ عوانہ اس کے بعد ایک سو سات سال اور زندہ رہا۔ اگر یہ نہیں تو پھر عوانہ مذکور اس واقعہ کے حاضرین میں سے یا اس کے براہ راست ناقلین میں سے نہیں ہے۔ فلہٰذا ایسی منقطع روایت سے واقعہ کا اثبات اور پھر اس سے اعتراض کا تیار کرنا درست نہیں۔ اس انقطاع کے دوران میں معلوم نہیں کس قسم کے لوگ واقعہ کو نقل کرنے والے ہیں۔ بنا بریں ان پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔

(۲) پھر اس کے بعد قابل ذکر چیز یہ ہے کہ ابن جریر طبری اور اس سے ناقلین نے اس واقعہ کو بڑی، آب و تاب سے ذکر کیا ہے لیکن ابن کثیر رحمہ اللہ جیسے کبار علماء نے اس واقعہ کو ذکر کرنے کے بعد یہ بھی لکھ دیا ہے کہ

((ھذا الخبر مشھور عند اصحاب المغازی والسیر وفی صحتہ عندی نظر ...... واللہ تعالی اعلم))[1]

''یعنی حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ (فرزندوں) کے قتل کی خبر اگرچہ علمائے مغازی و سیر کے ہاں شہرت یافتہ ہے لیکن میرے نزدیک اس کا صحیح ہونا مشتبہ اور قابل تامل ہے۔''

وجہ یہ ہے کہ اس واقعہ کے ناقلین میں ابن جریر طبری ہے (جیسا کہ اوپر ذکر ہوا) اور ابن انباری، مبرد، ابن کلبی اور ابن وردی اور مدائنی وغیرہم اس قسم کے واقعات کو نقل کرنے والے ہیں۔ یہ لوگ اس قسم کے بے اصل قصہ جات کو بہت بنا سجا کر نقل کیا کرتے ہیں اور ان لوگوں کی اس نوع کی روایات پر اخباری لوگ ہی اعتماد کر سکتے ہیں۔ محدثین اور اہل دین ان کی اس نوع کی مرویات پر اعتماد نہیں کرتے اور نہ قابل وثوق سمجھتے ہیں۔

(۱) اور یہاں یہ چیز قابل غور ہے کہ جس وقت سیدنا علی المرتضیٰ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کے درمیان اسی سال ۴۰ھ میں مصالحت ہوئی تھی اس وقت عبیداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے فرزندوں کے ناحق قتل کے متعلق ان کے قصاص اور دیت وغیرہ کا مسئلہ کیوں پیش نظر نہیں رکھا گیا؟ اور اس کے تصفیہ کے بغیر صلح کیسے تسلیم کر لی گئی؟ حالانکہ یہ اس دور کا بڑا اہم اور سنگین معاملہ تھا۔

ناظرین کرام پر واضح رہے کہ اس مصالحت کا ذکر ہم قبل ازیں اپنی کتاب ''مسئلہ اقربا نوازی'' ص ۱۶۶

[1] البدایہ (ابن کثیر) ص ۳۲۲ ج ۷ تحت سنہ ۴۰ھ تحت واقعات ہذا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پر کر چکے ہیں اور حوالہ جات بھی وہاں لکھ دیے ہیں۔ مورخین ابن جریر، ابن اثیر، ابن کثیر وغیرہ ان تمام لوگوں نے یہ مصالحت درج کی ہے۔

(۲) نیز یہ چیز بھی قابل توجہ ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شہادت ۴۰ھ میں ہوئی اور اس کے بعد حضرت حسن اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کی باقاعدہ صلح ربیع الآخر یا جمادی الاولیٰ ۴۱ھ میں ہوگئی اور حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے خلافت کا پورا معاملہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دیا۔ اس صلح میں جناب حسن رضی اللہ عنہ کی طرف سے بڑی اہم شرائط پیش کی گئیں۔ اس وقت بھی ان چچا زاد صغیر السن بچوں کے ناحق قتل پر دیت اور طلب قصاص وغیرہ کا کوئی مطالبہ پیش نہیں کیا گیا۔ حالانکہ عبیداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما تا حال حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی طرف سے بعض مقامات پر حاکم اور والی تھے بلکہ بقول ابن اثیر جزری رحمہ اللہ عبیداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اس صلح میں خود حاضر تھے۔

((وانما کان الذی شهد صلح الحسن عبیدالله بن عباس رضی الله عنهما))[۱]

یہ واقعہ کوئی معمولی واقعہ نہ تھا اور ہرگز نظر انداز کیے جانے کے قابل نہیں تھا۔ اس پر گفتگو کے بغیر صلح کا معاملہ کس طرح طے کر لیا گیا؟ فافہم

ایک لطیفہ

اس مقام پر شیعہ کے علمائے رجال متقدمین و متاخرین نے عبیداللہ بن عباس کے متعلق ایک ایسا واقعہ ذکر کیا ہے جو کسی طرح بھی لطیفہ سے کم نہیں۔

شیعہ علماء فرماتے ہیں کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں اپنے چچا زاد برادر عبیداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو ایک پرچم دے کر بطور امیر جیش ایک مقام کی طرف روانہ فرمایا۔ جب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا کہ عبیداللہ رضی اللہ عنہ فلاں مقام پر پہنچے ہیں تو آپ نے ایک لاکھ درہم عبیداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی طرف ارسال کیے۔ اس کے بعد عبیداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما وہی علم ساتھ لے کر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف چلے گئے اور ان کے ساتھ لاحق ہو گئے۔ اس حالت میں عبیداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا اپنا لشکر بغیر قائد و امیر کے رہ گیا۔

((فبعث الیه معاویة بمائة الف درهم فمر بالرایته ولحق بمعاویة وبقی العسکر بلا قائد ولا رئیس))[۲]

ہم اس بات کی طرف نہیں جاتے کہ شیعہ علماء نے کس انداز سے اکابر ہاشمی حضرات کی کردار کشی کی ہے

۱۔ الکامل، ابن اثیر جزری ص۱۹۴ ج۳ تحت ذکر فراق ابن عباس البصرہ

۲۔ رجال کشی ص۷۰ تحت عبیداللہ بن عباس طبع قدیم ممبئی

رجال مامقانی ص۲۳۹ ج۲ تحت عبیداللہ بن عباس، طبع اول تہران۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور ان کے مقام اخلاق کو کس طرح گرایا ہے۔ یہ مسئلہ ان کے سپرد ہے۔ ہم اس واقعہ سے یہ تائید حاصل کرنا چاہتے ہیں کہ اگر عبیداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے فرزندوں کا ناحق قتل ہو چکا تھا اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے کارندوں نے ہی کیا تھا تو پھر یہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ کیسے مل گئے؟ کیا ان کی دیانت اور اخلاق کی قیمت ایک لاکھ درہم تھی اور عزیز فرزندوں کے ناحق قتل کی کچھ اہمیت نہ تھی؟

(۴) مزید قابل غور یہ بات بھی ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے ساتھ مصالحت کے بعد اکابر ہاشمی حضرات مع عبداللہ بن عباس اور عبیداللہ بن عباس وغیرہ رضی اللہ عنہم حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے حسب دستور عمدہ تعلقات قائم رکھے ہوئے تھے۔ ہاشمی حضرات حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاں آمد و رفت رکھتے تھے اور ان کی طرف سے ہدایا و عطایا وصول کرتے تھے۔

یہ چیزیں بھی واضح طور پر دلالت کرتی ہیں کہ عبیداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے فرزندوں کے قتل کا واقعہ بے اصل ہے اور تاریخی افسانہ کے درجے میں ہے۔ ناظرین کرام مطلع ہوں کہ اکابر ہاشمی حضرات کے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تعلقات کو ہم نے کتاب "مسئلہ اقربا نوازی" کے ص ۱۸۷ سے ص ۲۰۹ تک ذکر کر دیا ہے، تسلی کے لیے رجوع فرما سکتے ہیں۔ مختصر یہ ہے کہ یہ واقعات بھی اس بات کا قرینہ ہیں کہ اگر کوئی اس قسم کا سفاکانہ و ظالمانہ قتل خصوصاً معصوم بچوں کا قتل ہو چکا تھا تو اس کو کیسے فراموش کر دیا گیا؟ اور اپنے مفادات کو مقدم رکھتے ہوئے مندرجہ نوعیت کے تعلقات کس طرح استوار کر لیے گئے؟ ناظرین کرام غور فرمائیں۔

(۵) نیز علمائے انساب نے ایک رشتہ ذکر کیا ہے جو عبیداللہ بن عباس اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کے خاندان میں پایا جاتا ہے۔ وہ اس طرح ہے کہ عبیداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی صاحبزادی لبابہ کا رشتہ پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے عباس کے ساتھ تھا پھر ان سے اولاد ہوئی۔ لیکن جب وہ اپنے بھائی حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ کربلا میں شہید ہو گئے تو اس کے بعد لبابہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے برادر زادے ولید بن عتبہ ابی سفیان سے شادی کر لی۔ وہ اس وقت مدینہ اور مکہ کے والی تھے۔ اور پھر ان سے آپ کی اولاد بھی ہوئی۔

((واما لبابة بنت عبيدالله (بن عباس) فانها كانت عند عباس بن على بن ابى طالب فولدت له فقتل عنها مع حسين بن على ، فتزوجها الوليد بن عتبة بن ابى سفيان وهو يومئذ وال على المدينة ومكة ، فولدت له القاسم بن الوليد بن عتبة بن ابى سفيان))[1]

---

[1] کتاب نسب قریش (مصعب زبیری) ص ۳۲ تحت اولاد عبیداللہ بن عباس، و ص ۱۳۳ تحت ولد عتبہ بن ابی سفیان، طبع مصر
کتاب المحبر (ابو جعفر بغدادی) ص ۴۴۱
(شیعہ) حواشی عمدۃ الطالب فی انساب آل ابی طالب (ابن عنبہ جمال الدین) ص ۴۳ تحت اولاد جعفر بن ابی طالب طبع نجف اشرف

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ رشتہ داری بھی اس چیز کا قرینہ ہے کہ اگر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حاکم بسر نے عبیداللہ رضی اللہ عنہ کے فرزندوں کے قتل کا ظلم کیا تھا تو پھر یہ رشتہ داری کیسے قائم ہوئی؟ لبابہ نے اپنے بھائیوں کے قاتل خاندان کے ساتھ رشتہ داری کس طرح قبول کر لی؟ اور خود عبیداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کیسے آمادہ ہو گئے؟ یہ چیز قابل غور ہے۔ نیز یہ نسبی تعلق ہم نے قبل ازیں اپنی کتاب ''مسئلہ اقربا نوازی'' ص ۱۲۸-۱۲۹ پر بھی ذکر کر دیا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ فرزندوں کے قتل کا واقعہ بے بنیاد ہے۔

(۶)

ماقبل میں چند ایک قرائن ''کم سن فرزندوں کے قتل'' کے واقعہ کے بے اصل ہونے پر ہم نے ذکر کیے ہیں۔ اسی سلسلے میں یہاں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا ایک بیان ذکر کیا جاتا ہے جو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی سیرت پر بطور تبصرہ کے ہے اور ان کی صفائی کے متعلق ہے۔ اس سے بھی یہی چیز واضح ہوتی ہے کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے برادر زادوں کے قتل کا قصہ بے اصل اور بے سروپا ہے۔ چنانچہ مورخین لکھتے ہیں کہ

((ان ابن عباس رضی اللہ عنہما قال لله در ابن هند ولينا عشرين سنة فما اذانا على ظهر منبر ولا بساط صيانة منه لعرضه واعراضنا، ولقد كان يحسن صلتنا ويقضى حوائجنا))[1]

''یعنی (عبداللہ) ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ امیر معاویہ کی خوبی اور خیر کثیر اللہ تعالیٰ کے لیے ہے۔ وہ قریباً بیس سال ہمارے والی اور حاکم رہے۔ اپنی اور ہماری عزت کے تحفظ کے پیش نظر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے، خواہ وہ منبر پر تھے یا فرش پر، ہمیں کسی قسم کی اذیت اور تکلیف نہیں پہنچائی۔ انھوں نے ہمارے ساتھ صلہ رحمی اچھی طرح قائم رکھی اور ہماری ضروریات کو پورا کرتے رہے۔''

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے اس بیان سے جس طرح آپ کے کم سن برادر زادوں کے قتل کا تاریخی افسانہ بے سروپا معلوم ہوتا ہے اسی طرح منبروں پر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے خلاف سب وشتم کی روایات کا بے اصل اور غلط ہونا بھی واضح ہو رہا ہے۔

مختصر یہ ہے کہ اگر یہ واقعات صحیح ہوتے اور ان میں کچھ بھی حقیقت ہوتی تو عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں ایسے صفائی کے بیانات کیسے دے سکتے تھے؟

آخر میں گزارش ہے کہ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے قتل مذکور کے حق میں جو کلمات ''فی صحته عندی نظر'' فرمائے ہیں (جیسا کہ اوپر ہم نے درج کر دیا ہے) وہ بجا طور پر صحیح اور درست معلوم ہوتے ہیں۔

[1] انساب الاشراف (بلاذری) ص ۶۸ قسم اول جزء رابع تحت تذکرہ معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما (طبع یروشلم)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حاصل کلام یہ ہے کہ معترض حضرات نے عہد معاویہ میں ''قانون کی بالاتری کا خاتمہ'' کے تحت کم سن بچوں کے قتل کا جو واقعہ نقل کیا ہے اور اس پر اعتراض کی بنیاد قائم کی ہے وہ واقعہ ہی بے اصل ہے اور اس میں کوئی حقیقت نہیں۔ فلہذا اعتراض ساقط ہے۔ ان بزرگوں نے تاریخی بے سرو پا روایات کے پیش نظر صحابہ رضی اللہ عنہم کو مطعون کرنے کی کوشش کی ہے۔ (انما للامرء ما نوی)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لونڈیاں بنانے کا اعتراض

بسر بن ارطاۃ کی کارگزاریوں کی بنا پر اس مقام پر معترض دوست حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر ایک اور طعن قائم کرتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے عمال اور سپہ سالار شرعی احکام کے پابند نہیں تھے اور ان کو ظلم و زیادتی کرنے کی کھلی چھٹی ملی ہوئی تھی۔ چنانچہ ذکر کرتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ایک سپہ سالار بسر بن ارطاۃ نے اہل ہمدان پر حملہ کر کے یہ ظلم عظیم کیا کہ وہاں آزاد مسلمان عورتیں قید کی گئیں، انھیں لونڈیاں اور باندیاں بنا لیا گیا، حالانکہ شریعت میں اس کا کوئی جواز نہیں۔ یہ شرعی احکام کی خلاف ورزی ہے۔

جواب

ناظرین کرام کو معلوم ہونا چاہیے کہ بسر بن ارطاۃ کے متعلق قبل ازیں چند چیزیں ذکر ہو چکی ہیں۔ ہم اس کی معصومیت کے قائل نہیں ہیں اور نہ اس بات کے دعویدار ہیں کہ اس سے کسی ظلم و زیادتی کا صدور نہیں ہوا۔ ہوسکتا ہے کہ اس سے انتظامی معاملات میں کئی غلطیاں صادر ہوئی ہوں۔

اس گزارش کے بعد ہم مندرجہ بالا اعتراض کے جواب کے لیے ذیل میں چند امور پیش کرتے ہیں ان سے اعتراض کی خفت اور سبکی نمایاں ہو جائے گی:

① معترض حضرات نے اس واقعہ پر کتاب الاستیعاب لابن عبدالبر کا حوالہ دیا ہے۔ الاستیعاب لابن عبدالبر کی تاریخی مرویات کے متعلق قبل ازیں ہم ''طلقاء کی بحث'' میں مقدمہ ابن صلاح کا حوالہ درج کر چکے ہیں اور اس سے استیعاب کی تاریخی مرویات کا عدم وثوق کا درجہ معلوم ہو چکا ہے۔ اب مزید برآں اسی نوع کا کلام استیعاب کی تاریخی مرویات کے متعلق اکابر علماء سے نقل کرتے ہیں:

اصول حدیث کی کتاب تقریب النووی میں امام نووی رحمہ اللہ نے اور اس کی شرح تدریب الراوی میں علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے درج ذیل الفاظ میں تنقید ذکر کی ہے:

((ومن احسنها واكثرها فوائد الاستيعاب لابن عبد البر لولا ما شانه بذكر ما شجر بين الصحابة وحكاية عن الاخباريين))

اور شارح مذکور نے مذکورہ بالا عبارت پر مزید درج ذیل الفاظ کا اضافہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

((والغالب علیھم الاکثار والتخلیط فیما یروونہ))[1]

''یعنی ابن عبدالبر رحمہ اللہ کی کتاب ''الاستیعاب'' (معرفت صحابہ میں) بڑی عمدہ اور کثیر الفوائد تالیف ہے لیکن اس میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے باہمی اختلافات کی کثیر چیزوں کے متعلق (محدثین کے ماسوا) اخباری لوگوں کی حکایات ذکر کر کے مصنف نے اپنی کتاب کو داغدار بنا دیا ہے۔ اخباری لوگوں کی روایات میں مواد کی کثرت اور تخلیط پائی جاتی ہے۔''

اس فن کے اکابر حضرات کے بیانات کی روشنی میں یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ استیعاب کے تاریخی قصوں کا کوئی وزن نہیں ہے اور نہ یہ قابل وثوق ہیں فلہٰذا ان کے ذریعے سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر طعن پیدا کرنا اور اعتراض کی بنیاد بنانا درست نہیں ہے۔

نیز یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ آزاد مسلمان عورتوں کو لونڈیاں بنانے کا یہ واقعہ اس مقام پر التاریخ لابن جریر طبری، الکامل لابن اثیر جزری اور البدایہ لابن کثیر وغیرہ میں مفقود ہے۔ ہماری معلومات کی حد تک ان میں اس کا کوئی ذکر تک نہیں مل سکا۔

یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ مورخین کے ہاں بھی لونڈیوں والا یہ واقعہ کوئی متفق علیہ امر نہیں ہے بلکہ بعض تواریخ میں ہے جسے لوگوں نے آگے نقل کر دیا اور صاحب استیعاب نے اس کو ذکر کیا۔ پھر استیعاب کی یہ روایات بھی بعض تو منقطع ہیں اور بعض کے راوی مجروح پائے جاتے ہیں۔ پس یہاں سے محل طعن والی مرویات کی خفت و سبکی واضح ہو رہی ہے۔

(۲) نیز گزارش یہ ہے کہ بسر بن ارطاۃ کے مظالم کے متعلق تاریخی روایات میں بے شمار چیزیں مورخین نے ذکر کی ہیں اور ان کے صدق و کذب کے متعلق وثوق سے کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ مواد کس قدر صحیح ہے اور کیا کچھ غلط اور بے اصل ہے۔

جیسا کہ سابقاً ذکر کیا ہے دراصل یہ دور حضرت معاویہ اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما دونوں فریقین کے لیے ابتلا کا دور تھا۔ اس دور میں کئی قسم کے مسابقات اور تجاوزات کے واقعات پیش آئے اور کئی چیزیں مدافعانہ طور پر پیش آتی رہیں جن کے متعلق صحیح معلومات حاصل کر کے تجزیہ کرنا کسی صورت میں سہل نہیں۔ چنانچہ کبار علماء اس مقام پر فرماتے ہیں کہ

((وقد ذکرت الحادثۃ فی التواریخ فلا حاجۃ الی الاطالۃ))[2]

''یعنی یہ واقعہ (لونڈیاں بنانے کا) تواریخ میں مذکور ہے اس کی طوالت کی طرف جانے کی حاجت

---

[1] تدریب الراوی فی شرح تقریب النووی (سیوطی) ص ۳۹۵، طبع مصر تحت النوع التاسع والثلاثون (۳۹)۔

[2] اسد الغابہ ص ۱۸۰ ج ا تحت بسر بن ارطاۃ۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں۔''

مطلب یہ ہے کہ یہ تاریخی طول طوال قصے ہیں جو قابل اعتماد اور لائق توجہ نہیں۔ علماء کے نزدیک یہ دور فتن اور ابتلاء کا دور شمار کیا جاتا ہے اسی بنا پر حافظ ابن حجر رحمہ اللہ جیسے محتاط علماء نے نصیحت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ

((وله اخباره شهيرة فى الفتن لا ينبغى التشاغل بها))[1]

''یعنی بسر بن ارطاۃ کے متعلق اس فتن کے دور میں کئی تاریخی روایات مشہور ہیں ان کے ساتھ مشغول ہونا مناسب نہیں۔''

مطلب یہ ہے کہ اس قسم کی خبروں پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا فلہٰذا ان کو درخور اعتناء نہیں سمجھنا چاہیے، ان سے کوئی معتد بہ فائدہ نہیں ہوگا۔

نیز یہ واقعہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ابتلائی دور کے متعلق ہے۔ ان چیزوں کی اطلاع حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو ہوئی یا نہ ہوئی اور پھر انھوں نے اس کا کوئی تدارک اور ازالہ کیا یا نہ کیا، تاریخ اس سلسلے میں ہماری معلومات کی حد تک خاموش ہے۔ اور شرعی قواعد کے خلاف کوئی واقعہ اس قسم کا ہوا ہو اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس پر کوئی گرفت نہ کی ہو، یہ ان کی دیانت سے بہت بعید ہے۔

اسی طرح بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس دور میں موجود تھے ان سے بھی آزاد مسلمان عورتوں کو لونڈیاں بنائے جانے پر کوئی نقد اور اعتراض تواریخ میں ہماری نظر سے نہیں گزرا اور شرعی قواعد کی خلاف ورزی پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا خاموش رہنا بعید از قیاس اور عادت جاریہ کے برخلاف ہے۔ اگر حقیقت میں اس نوع کا خلاف شرع کوئی امر پایا جاتا تو اس پر نکیر ضرور کی جاتی۔ مختصر یہ ہے کہ یہ واقعہ مورخین نے ایک تاریخی قصے کے طور پر ذکر کر دیا ہے ورنہ اس کی کچھ حقیقت نہیں۔ فلہٰذا ایسے بے اصل اخباری قصوں کو بنیاد بنا کر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر بالواسطہ طعن قائم کرنا اور ان کی شان دیانت کو داغدار کرنا کسی طرح درست نہیں۔

---

[1] الاصابہ (مع الاستیعاب) ص ۵۲ ج ا تحت بسر بن ارطاۃ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ملوکیت کے متعلق ایک شبہ اور اس کا ازالہ

بعض لوگوں کی طرف سے یہ شبہ پیش کیا جاتا ہے کہ خلفائے راشدین کی خلافت راشدہ کے بعد خلافت، خلافت نہیں رہی بلکہ اس نے ملوکیت کی صورت اختیار کر لی۔ یا دوسرے لفظوں میں بعد والے خلفاء نے خلافت کو ملوکیت میں تبدیل کر دیا۔ شبہ ہذا کے دلائل میں معترضین نے کئی چیزوں کو اپنے زعم کے اعتبار سے بطور شواہد کے پیش کیا ہے اور ساتھ ہی ساتھ بعض احادیث کی روایات کو اپنے دعویٰ کی تائید اور اعتراض کی توثیق میں ذکر کیا ہے اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور کو ایک سیاہ دور کی شکل میں ذکر کیا ہے اور بری بادشاہت اور قبیح ملوکیت سے تعبیر کیا ہے۔ معترض احباب کے یہ مغالطات ہیں ان کے ازالہ کے لیے چند اشیاء پیش خدمت ہیں، بغور ملاحظہ فرمائیں۔

ازالہ

معترضین اپنے اعتراض کی تائید میں جو روایت پیش کرتے ہیں اس کا پہلے مفہوم اور محمل ذکر کرنا مناسب خیال کیا جاتا ہے تاکہ ان کی طرف سے جو وزنی دلیل ہے اس کی خفت اور استدلال اور استشہاد کی کمزوری واضح طور پر معلوم ہو جائے۔ اس کے بعد دیگر امور حسب ضرورت پیش کیے جائیں گے۔ ان شاء اللہ

وہ روایت جس سے معترضین اپنا استشہاد قائم کرتے ہیں وہ حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ خلافت تیس سال ہوگی پھر اس کے بعد بادشاہت قائم ہوگی۔

((وعن سفينة رضی اللہ عنہ قال سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم يقول الخلافة ثلاثون سنة ثم تكون ملكا...... الخ)) (رواہ احمد والترمذی وابوداود)[1]

اس روایت کے پیش نظر ان لوگوں نے یہ شبہ قائم کیا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت خلافت نہیں بلکہ ملوکیت اور شہنشاہیت ہے۔ پھر اس کو کئی طرح کے مفاسد اور خرابیوں کا دور قرار دیا ہے اور اسے بری

1. مشکوٰۃ شریف ص ۴۶۳ کتاب الفتن، الفصل الثانی، طبع نور محمدی دہلی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بادشاہی سے تعبیر کیا ہے۔ اس مقام پر مسئلہ ہذا کی وضاحت کے لیے چند امور تحریر کیے جاتے ہیں۔ ان کو ملاحظہ فرمانے سے معترضین کے شبہات کا ارتفاع ہو سکے گا۔

(ا) حدیث سفینہ پر بحث

پہلی بات یہ ہے کہ اس روایت کے متعلق چند توضیحات پیش کی جاتی ہیں:

① بعض علماء نے روایت ہذا (جو حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے) کی صحت کا انکار کیا ہے اور وسیع النظر علماء کو وہ مقامات معلوم ہیں جن میں صحت روایت کا انکار مذکور ہے۔ اور عدم صحت کی وجہ یہ ذکر کی ہے کہ اس روایت کے برخلاف دیگر صحیح روایات موجود ہیں اور یہ ان روایات صحیحہ کے متعارض ہے۔ اس بنا پر حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ والی روایت ان کے نزدیک درست نہیں اور درجہ اعتبار سے ساقط ہے۔

لیکن ہمارے نزدیک ان کا یہ موقف صحیح نہیں بلکہ جمہور محدثین نے ان روایات میں جو طریقہ اختیار کیا ہے وہی درست ہے۔ عنقریب اس کا ذکر آ رہا ہے۔

② اور ہو سکتا ہے کہ جن علماء نے حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ کی روایت کی صحت کا انکار کیا ہے وہ اس وجہ سے ہو کہ روایت ہذا میں بعض مقامات پر مندرجہ ذیل نوع کے اضافے پائے جاتے ہیں مثلاً

① ((عن سعید بن جمهان قال قلت لسفینة ان بنی امیة یزعمون ان الخلافة فیهم۔ قال کذب بنو الزرقاء بل هم ملوك من اشد الملوك واول الملوك معاویة))[1]

② ((قال سعید فقلت له ان بنی امیة یزعمون ان الخلافة فیهم۔ قال کذبوا بنو الزرقاء بل هم ملوك من شر الملوك))[2]

اور بھی اسی نوع کے شدید کلمات ملتے ہیں۔

مذکورہ بالا کلمات کا مفہوم یہ ہے کہ سعید بن جمہان کہتے ہیں کہ میں نے حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ بنو امیہ خیال کرتے ہیں کہ خلافت ان میں ہے تو انھوں نے کہا کہ یہ زرقاء (قبیلہ ہذا کی جدہ (دادی) تھی) کی اولاد جھوٹ کہتی ہے بلکہ یہ لوگ شریر اور سخت بادشاہ ہیں اور پہلا بادشاہ معاویہ ہے۔

③ قارئین کرام کے لیے یہاں یہ تشریح پیش کی جاتی ہے کہ اصل روایت مذکور میں مندرجہ نوع کے یہ کلمات راوی (سعید بن جمہان) کی طرف سے درج کردہ اور مدخولہ ہیں جسے محدثین ادراج راوی کہتے ہیں۔

---

[1] مصنف ابن ابی شیبہ ص ۱۳۲ ج ۱۴ کتاب الاوائل طبع کراچی

[2] ترمذی شریف ص ۳۲۳-۳۲۴ ابواب الفتن باب ماجاء فی الخلافہ طبع لکھنؤ
ابوداود شریف کتاب السنہ ص ۲۹۰ ج ۲ باب فی الخلفاء، طبع دہلی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سعید بن جمہان

اور سعید بن جمہان کی علمائے رجال نے وثاقت ذکر کی ہے لیکن اس کے باوجود انھوں نے نقد اور جرح کے کلمات بھی درج کیے ہیں۔ ذیل میں ملاحظہ فرمائیں:

① ابن ابی حاتم رازی رحمہ اللہ سعید بن جمہان کے متعلق ذکر کرتے ہیں کہ شیخ یکتب حدیثه ولا یحتج به۔[1]

② شیخ خزرجی اور علامہ ذہبی رحمہ اللہ نے بھی یہی قول سعید بن جمہان کے متعلق لکھا ہے کہ شیخ لا یحتج به۔[2]

③ اور امام بخاری رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ وفی حدثه عجائب۔[3]

④ یحیٰی بن معین رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ روی عن سفينة احاديث لا يرويها غيره۔[4]

⑤ اور ابن عدی رحمہ اللہ نے کامل میں یہی قول ذکر کیا ہے کہ وقد روی عنه عن سفينة احاديث لا يرويها غيره۔[5]

⑥ قال الساجی لا یتابع علی حدیثه۔[6]

مندرجات بالا کا مفہوم یہ ہے کہ

- سعید بن جمہان کی شخصیت قابل احتجاج نہیں۔
- اور اس کی روایات میں عجائب ہوتے ہیں۔
- اور سعید بن جمہان حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ سے ایسی روایات لاتا ہے جنھیں کسی دوسرے راوی نے ذکر نہیں کیا۔
- اور اس کی مرویات کا متابع نہیں پا گیا۔ (یعنی ان چیزوں کے نقل کرنے میں متفرد ہے)

ان امور کے پیش نظر سعید بن جمہان کی جانب سے روایت ہذا میں مذکورہ مدخولہ کلمات لائق احتجاج اور قابل قبول نہیں۔

---

[1] کتاب الجرح والتعدیل (رازی) ص ۱۰ ج ۲ ق ۱، تحت سعید بن جمہان
[2] المغنی فی الضعفاء ص ۲۵۶ ج ۱ تحت سعید بن جمہان
[3] خلاصہ تذہیب الکمال فی اسماء الرجال (خزرجی) ص ۱۱۶ طبع قدیم مصر
[4] تہذیب التہذیب ص ۱۴ ج ۴ تحت سعید بن جمہان بحوالہ امام بخاری
[5] الکامل (ابن عدی) ص ۱۲۳۷ ج ۳ تحت سعید بن جمہان
[6] تہذیب التہذیب (ابن حجر) ص ۱۴ ج ۴ تحت سعید بن جمہان

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مختصر یہ ہے کہ حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ کی مندرجہ بالا روایت درست اور صحیح ہے لیکن اس میں اضافہ شدہ کلمات علمائے فن کے قواعد کے اعتبار سے قابل اعتناء اور لائق اعتماد نہیں۔ بنا بریں خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے بعد جو امارت اور حکومت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں قائم ہوئی اسے خلافت کے مفہوم سے خارج کر کے بری ملوکیت اور قبیح شہنشاہیت وغیرہ الفاظ سے ذکر کرنا صحیح نہیں ہے۔

(۲) بالمقابل دیگر روایات

اس کے بعد اس مقام پر یہ ذکر کر دینا ضروری ہے کہ حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ کی اس مرفوع روایت (جس میں ہے کہ الخلافة ثلاثون سنة ثم تكون ملكا یعنی میری امت میں خلافت تیس سال تک ہوگی پھر اس کے بعد بادشاہت قائم ہوگی) کے بالمقابل دیگر بہت سی قابل اعتماد روایات موجود ہیں جن میں آنجناب ﷺ کے بعد صرف متعدد خلفاء کا پایا جانا بیان فرمایا گیا ہے لیکن وہاں ملوک اور بادشاہوں کا ذکر بالکل نہیں کیا گیا۔ ذیل میں ان روایات میں سے چند ایک احادیث نقل کی جاتی ہیں تا کہ مسئلہ ہذا کی دیگر جانب پر غور کیا جا سکے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

① ((عن ابی هريرة رضي الله عنه عن النبی ﷺ قال كانت بنو اسرائيل تسوسهم الانبياء كلما هلك نبی خلفه نبی وانه لا نبی بعدی وسيكون خلفاء فيكثرون)) (متفق علیہ)[1]

②((عن ابی هريرة رضي الله عنه قال قال رسول الله ﷺ ان بنی اسرائيل كانت تسوسهم انبياءهم، كلما ذهب نبی خلفه نبی وانه ليس كائنا فيكم نبی بعدی۔ قالوا فما يكون يا رسول الله! قال يكون خلفاء وتكثر ......))[2]

③ ((عن سماك بن حرب رضي الله عنه قال سمعت جابر بن سمرة رضي الله عنه يقول سمعت رسول الله ﷺ لا يزال الاسلام عزيزا الى اثنا عشر خليفة ثم قال

---

[1] مشکوۃ شریف ص ۳۲۰ کتاب الامارۃ والقضاء، فصل اول طبع نور محمدی دہلی (بحوالہ بخاری ومسلم)
شرح السنہ (امام بغوی) ص ۵۶ ج ۱۰ باب من یخرج علی الامام والوفاء ...... الخ، طبع بیروت
بخاری شریف ص ۴۹۱ ج ۱ کتاب الانبیاء باب ما ذکر عن بنی اسرائیل طبع دہلی
مسلم شریف ص ۱۲۶ ج ۲ کتاب الامارۃ باب وجوب الوفاء ببیعۃ الخلیفۃ الاول فالاول، طبع دہلی

[2] مصنف ابن ابی شیبہ ص ۵۸ ج ۱۵ کتاب الفتن روایت نمبر ۱۹۱۰۷ طبع کراچی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

كلمة لم افهمها فقلت لابی ما قال؟ فقال كلهم من قريش))[1]

④ ((عن الشعبی عن جابر بن سمرة رضی اللہ عنہ قال انطلقت الی رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم ومعی ابی فسمعته يقول لا يزال هذا الدين عزيزا منيعا الی اثنی عشر خليفة...... فقلت لابی ما قال؟ قال كلهم من قريش))

(مسلم شریف ص ۱۱۹ جلد ثانی کتاب الامارۃ باب الناس تبع لقریش طبع نور محمد دہلی)

⑤ ((عن ابی جحيفة قال كنت مع عمی عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم وهو يخطب فقال لا يزال امر امتی صالحا حتی يمضی اثنا عشرة خليفة وخفض بها صوته...... قال كلهم من قريش)) (رواہ الطبرانی فی الاوسط والکبیر والبزار ورجال الطبرانی رجال الصحیح)[2]

⑥ ((عن مسروق قال كنا مع عبدالله (بن مسعود) جلوسا فی المسجد يقرانا فاتاه رجل فقال يا ابن مسعود! هل حدثكم نبيكم كم يكون من بعده خليفة؟ قال نعم! كعدة نقباء بنی اسرائيل))[3]

مندرجہ بالا روایات کا مفہوم یہ ہے کہ

- آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بنی اسرائیل میں ان کے امور کے متولی انبیاء علیہم السلام ہوتے تھے۔ جب ایک نبی فوت ہو جاتا تو اس کے بعد دوسرا نبی آتا۔ اور یقیناً میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا البتہ خلفاء ہوں گے اور کثرت سے ہوں گے۔
- نیز ارشاد فرمایا کہ دین اسلام بارہ خلفاء (کے دور) تک عزیز اور غالب رہے گا اور یہ تمام خلفاء قریش سے ہوں گے۔
- بعض دفعہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا اور ارشاد فرمایا کہ میری امت کا معاملہ درست رہے گا، حتیٰ کہ بارہ خلفاء گزریں گے اور یہ تمام خلفاء قریش سے ہوں گے۔
- مسروق رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ہم حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس مسجد میں بیٹھے تھے اور وہ ہمیں قرآن مجید کی تعلیم دے رہے تھے کہ اس وقت ایک شخص نے آ کر کہا کہ اے ابن مسعود! کیا تمھیں تمھارے نبی نے بیان کیا ہے کہ ان کے بعد کتنے خلفاء ہوں گے؟ تو انھوں نے کہا کہ ہاں، بیان فرمایا ہے کہ خلفاء کی تعداد بنی اسرائیل کے نقباء کے برابر ہوگی۔ (اور بنی اسرائیل میں بارہ عدد نقیب تھے)۔

---

1. مسلم شریف ص ۱۱۹ ج ۲ کتاب الامارۃ باب الناس تبع لقریش والخلافۃ فی قریش، طبع نور محمدی دہلی
مسند احمد ص ۸۶ ج ۵ تحت مسندات جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ (متعدد بار)
دلائل النبوۃ (بیہقی) ص ۵۲۰ ج ۶ تحت باب ما جاء فی اخبارہ باثنی عشر امیر...... الخ
2. مجمع الزوائد (ہیثمی) ص ۱۹۰ ج ۵ باب الخلفاء الاثنی عشر
3. مسند احمد ص ۳۹۸، ۴۰۶ ج ۱ تحت مسندات ابن مسعودؓ۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تطبیق بین الروایات

یہاں قابل توجہ یہ امر ہے کہ ان تمام مرویات میں صاف طور پر بیان فرمایا گیا ہے کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بیشتر خلفاء ہوں گے اور ان کے دور میں دین اسلام کا غلبہ رہے گا اور تمام خلفاء قریش سے ہوں گے۔ ان امراء و حکام کو ''خلیفہ'' و ''خلفاء'' کے لفظ سے ذکر فرمایا گیا۔ بعض مقامات پر بارہ عدد خلفاء کا ذکر ہے اور بعض مرویات میں اس سے زیادہ بھی ہے۔ لیکن یہ مضمون روایت سابقہ (ثلاثين سنة ثم ملكا) کے بظاہر متضاد و متخالف ہے۔

اس بنا پر علمائے کبار نے ان کے درمیان تطبیق و توفیق کی راہ اختیار کی ہے، ظاہری تعارض کی وجہ سے تدافع قائم نہیں کیا۔ علماء فرماتے ہیں کہ روایات میں تعارض سے توافق بہتر ہوتا ہے۔ چنانچہ متعدد علمائے کرام نے مندرجہ ذیل تحقیق ذکر کی ہے:

① فتح الباری میں ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ ذکر کرتے ہیں کہ

((انه اراد فى حديث سفينة "خلافة النبوة" ولم يقيده فى حديث جابر بن سمرة بذالك))[1]

② شرح ابی داود میں مذکور ہے کہ

((المراد بخلافة النبوة هى الخلافة الكاملة وهى منحصرة فى الخمس فلا يعارض الحديث لا يزال هذا الدين قائما حتى يملك اثنا عشر خليفة لان المراد به مطلق الخلافة ، والله اعلم))[2]

ان حوالہ جات کا مفہوم یہ ہے کہ حدیث سفینہ میں خلافت سے مراد خلافت نبوت ہے اور اسی کو خلافت کاملہ سے محدثین تعبیر کرتے ہیں اور یہ خلافت کاملہ پانچ خلفاء (خلفائے اربعہ اور خلافت امام حسن رضی اللہ عنہم) تک جاری رہی۔

جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ وغیرہ کی روایت میں جو بارہ عدد خلفائے یا اس سے زیادہ کا ذکر ہے اس سے مراد مطلق خلافت ہے جو خلافت علیٰ منہاج النبوۃ سے کم درجے کی ہے۔ اگر بعض مقام میں "ملکاً" وغیرہ کے الفاظ مذکور ہیں تو وہ امارت، خلافت ہی ہے خلافت عامہ کے خلاف نہیں ہے۔

اس تطبیق کے پیش نظر حضرت سفینہ اور حضرت جابر بن سمرہ وغیرہ رضی اللہ عنہما کی روایات میں تعارض رفع ہو گیا اور ان کے درمیان توافق قائم ہو گیا۔

---

[1] فتح الباری شرح بخاری (ابن حجر) ص ۱۸۰ ج ۱۳ آخر باب الاستخلاف (کتاب الاحکام)

[2] عون المعبود حاشیہ سنن ابی داود ص ۳۴۲ ج ۴ تحت باب فی الخلفاء، طبع بیروت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صاحب نبراس کی تحقیق

صاحب نبراس نے اس مقام پر یہ چیز ذکر کی ہے کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان لا یزال الدین قائما حتی یکون علیکم اثنا عشر خلیفة اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ثلاثین سنة (تیس سال) پر خلافت منقطع نہیں ہوئی (بلکہ خلافت علیٰ فرق المراتب قائم رہی)۔

پھر مصنف نے یہاں ایک سوال اور جواب قائم کیا ہے جو اس مقام کے مناسب ہے اور مسئلہ ہذا کی تشریح کے لیے مفید ہے۔

سوال یہ ہے کہ تیس سالہ دور خلافت کے بعد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پہلے ملک (بادشاہ) ہوئے (اور خلافت کے منصب سے عاری ہوئے) یہ چیز ان کے حق میں ایک قسم کی قدح اور منقصت ہے حالانکہ اہل سنت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی قدح کو جائز نہیں رکھتے بلکہ ان کی مدح کے قائل ہیں۔

اس شبہ کے جواب میں مصنف نے مندرجہ ذیل چیزیں درج کی ہیں:

قاعدہ یہ ہے کہ اہل خیر کے لیے مختلف درجات اور مراتب ہیں۔ ہر مرتبہ دوسرے مرتبہ سے فائق ہے پھر ہر مرتبہ اپنے مافوق کے اعتبار سے محل نقص معلوم ہوتا ہے۔ اسی ضابطہ کے موافق ایک مقولہ مشہور ہے کہ حسنات الابرار سیئات المقربین (نیک لوگوں کی نیکیاں مقربین کے نزدیک برائیاں معلوم ہوتی ہیں)

اور سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ انی لاستغفر اللہ فی الیومؑ اکثر من سبعین مرة (یعنی میں ایک دن میں ستر سے زیادہ مرتبہ استغفار کرتا ہوں)

اکابر علماء اس فرمان کا یہ مطلب بیان کرتے ہیں کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم مراتب و مدارج میں دواماً ترقی کرتے تھے اور جب مرتبہ علیا پر فائز ہوتے تو سابقہ مقام و مرتبہ کے متعلق استغفار فرماتے تھے۔

جب یہ چیزیں ثابت ہیں تو مسئلہ ہذا میں بھی یہی صورت کارفرما ہے کہ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم اپنی سیرت، اخلاق، نظم وضبط وغیرہ کے اعتبار سے سیرت نبوی کے زیادہ قریب تھے اور خلافت کے ایک ''مرتبہ علیا'' پر فائز تھے۔ تنگی معیشت میں صبر کوشی اختیار کرتے تھے اور طبائع بشریہ کے تقاضوں میں جدوجہد مشقت اٹھاتے اور مباح چیزوں میں بھی توسع اور وسعت و فراخی پسند نہیں کرتے تھے۔

لیکن حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اگرچہ منکرات شرعیہ کے مرتکب نہیں ہوئے تاہم مباح امور میں انھوں نے اس ملک کے تمدن کے اعتبار سے توسع سے کام لیا اور امور خلافت کے تمام کرنے میں خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم سے کم درجہ میں تھے اور قلیل تغیر کے حامل تھے۔

اس کے باوجود مندرجات بالا کی روشنی میں آپ پر خلفائے راشدین کے ساتھ (ہر مسئلہ میں)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مساوات نہ پائے جانے کی بنا پر طعن قائم نہیں کیا جا سکتا اور مورد الزام نہیں ٹھہرایا جا سکتا۔

پھر فاضل مصنف (مولانا عبدالعزیز پرہاروی رحمہ اللہ) نے اپنی دوسری تالیف ''الناہیہ عن طعن معاویہ'' میں اسی مسئلے کو ایک دیگر عبارت میں پیش کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ہمیں اس بات کا اعتراف ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ خلفائے اربعہ سے علم و ورع اور عدل کے اعتبار سے کم درجے کے ہیں اور ان کے مابین مقام و مرتبہ کے لحاظ سے تفاوت ہے۔ اس کی مثال اس طرح ہے جیسے حضرات انبیاء علیہم السلام میں اور اللہ کے ملائکہ میں اور امت کے اولیاء میں فرق مراتب مسلم ہے...... پس حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت اور امارت، اجماع صحابہ اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی بیعت کی بنا پر برحق اور درست ہے۔ تاہم آپ کی خلافت اپنے پیش رو اور سابق خلفاء کی خلافت سے کم درجے کی ہے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے مباح امور میں توسع اختیار کیا ہے جب کہ ان چیزوں سے خلفائے اربعہ نے تحرز اور اجتناب کیا۔ اور قاعدہ ہے کہ حسنات الابرار سیئات المقربین۔ ممکن ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا مباحات میں توسع اختیار کرنا اس بنا پر ہو کہ اس دور کے لوگوں کی ہمتوں میں قصور آ گیا تھا (اور ایمانی قوت میں خامی پائی گئی) جب کہ یہ چیز دور سابق میں نہیں پائی گئی۔ خلفائے اربعہ کا عبادات اور معاملات میں فائق ہونا ظاہر اور مسلم ہے، اس میں کسی قسم کا خفا نہیں۔

الناہیہ کی اصل عبارت ذیل میں ملاحظہ فرمائیں:

((ونحن نعترف بان معاوية رضي الله عنه وان كان عالما ورعا عدلا دون الخلفاء الاربعة فى العلم والورع والعدل كما ترى من التفاوت بين الاولياء بل الملائكة والانبياء فامارته وان كانت صحيحة باجماع الصحابة وتسليم الحسن الا انها ليست على منهاج خلافة من قبله فانه توسع فى المباحات وتحرز عنها الخلفاء الاربعة))

((وحسنات الابرار سيئات المقربين ولعل توسعه فيهما لقصورهم سائر ابناء الزمان وان لم يوجد فيه ذالك كما علمت واما رجحان الخلفاء الاربعة فى العبادات والمعاملات فظاهر مما لا سترة فيه))[1]

حاصل کلام

① یہ ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ احادیث صحیحہ کی روشنی میں اور اکابرین امت کی تصریحات کی بنا پر منصب خلافت پر فائز ہیں اور اپنے دور میں اہل اسلام کے خلیفہ برحق ہیں، ان کی صحت خلافت عادلہ میں

[1] الناہیہ عن طعن معاویہ (عبدالعزیز پرہاروی) ص ۴۰-۴۱ تحت الجواب ۱۳

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کوئی اشتباہ نہیں اور بعض روایات کی بنا پر اس دور کو امارت و ملک کہا گیا ہے تو وہ خلافت عامہ کے مفہوم کے متعارض نہیں۔

② فرق مراتب کے اعتبار سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اپنے سابق خلفاء سے کم درجے میں ہیں لیکن یہ چیز کوئی قبیح و قابل مذمت اور لائق نفرت نہیں۔

③ اسی طرح قرآنی آیات پر نظر کرنے سے بھی یہ چیز ثابت ہوتی ہے کہ ملک کا عطا کیا جانا اور ملوک بنایا جانا کوئی مذموم چیز نہیں بلکہ اس کو احسان اور بیان نعمت کے طور پر اللہ کریم نے اپنے خاص بندوں کے حق میں ذکر کیا ہے، مثلاً:

۱۔ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوْتَ مَلِكًا

''یعنی اللہ تعالیٰ نے طالوت کو تمھارے لیے بادشاہ بنا کر بھیجا۔''

۲۔ وَقَتَلَ دَاوٗدُ جَالُوْتَ وَ اٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ

''یعنی جالوت کو داود نے قتل کر دیا اور ان کو اللہ تعالیٰ نے بادشاہی دی۔''

۳۔ بنی اسرائیل پر جو انعامات خداوندی تھے ان کو جتلاتے ہوئے جناب موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا کہ

يٰقَوْمِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَعَلَ فِيْكُمْ اَنْۢبِيَآءَ وَجَعَلَكُمْ مُّلُوْكًا ۖ وَّ اٰتٰىكُمْ مَّا لَمْ يُؤْتِ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ

''اے میری قوم! اللہ کی نعمت جو تم پر ہے اس کو یاد کرو جب کہ تم میں انبیاء کو بنایا اور تم کو بادشاہ اور ملوک بنایا اور تم کو وہ چیزیں عنایت کیں جو اس دور کے لوگوں میں سے کسی کو عطا نہیں کیں۔''

ان آیات سے بصراحت مفہوم ہوتا ہے کہ ملک ہونا، ملوک بنایا جانا قبیح چیز نہیں بلکہ اچھی چیز ہے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اگر بعض مرویات کے اعتبار سے ملک (بادشاہ) ہیں اور ان کو ملوکیت حاصل ہے تو آیات و روایات کے تقاضوں کے مطابق صحیح ہے، اس سے ان کی خلافت اور خلیفہ ہونے کی نفی نہیں ہو سکتی۔

مختصر یہ ہے کہ خلافت اور امارت (ملوکیت) باہم متعارض و متضاد چیزیں نہیں کہ ایک شخصیت میں جمع نہ ہو سکیں۔ البتہ ملک ہونا یا ملوک بنایا جانا اس وقت قبیح سمجھا جاتا ہے جب دینی اقدار سے اعراض کر لیا جائے اور ضوابط اسلامی سے روگردانی اختیار کی جائے۔ اگر یہ صورت نہیں تو پھر کوئی قباحت نہیں۔ (اس چیز کو آیندہ سطور میں مختصر وضاحت کے ساتھ ہم ذکر کر رہے ہیں)

④ ان مسلمات کے بعد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور کو سیاہ دور قرار دینا، بری ملوکیت اور قبیح شہنشاہیت وغیرہ الفاظ سے تعبیر کرنا اور اشر الملوک و اشد السلاطین کے عنوانات سے بیان کرنا ہرگز درست

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں۔ وہ اپنے دور کے خلیفہ بھی ہیں اور بہترین امیر و ملک بھی ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ اشد الملوک اور اشر الملوک وغیرہ کے اطلاقات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف سے نہیں پائے گئے بلکہ بعض راویوں کی جانب سے اضافہ شدہ کلمات ہیں اور واقعات کے ساتھ بھی ان کا توافق نہیں پایا جاتا۔

وجہ یہ ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور ان کی تمام جماعت نے جب صلح کر کے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے بیعت خلافت کر لی تو انھوں نے برے اور شریر لوگوں کے ساتھ تو تعاون نہیں کیا تھا بلکہ انھوں نے اس منصب کے اہل حضرات سے مصالحت کا معاملہ کیا تھا اور دینی ذمہ داریاں ان کی تحویل میں دے دی تھیں اور خود کنارہ کش ہو گئے تھے۔ اس کے بعد مدت العمر حسنین شریفین رضی اللہ عنہما اور تمام ہاشمی اکابر و جمہور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ بیعت کرنے کے بعد خلاف و اختلاف نہیں کھڑا کیا بلکہ تعاون قائم رکھا۔

یہ چیز اس بات کا اہم قرینہ ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اشد الملوک و اشر الملوک اور بری شخصیت نہیں تھے بلکہ وہ اس منصب کے اہل تھے اور صالح خلیفہ تھے اور ان کی خلافت عادلہ تھی وہ اپنے دور کے امیر المومنین تھے۔

بحث ہذا کے متعلق ایک تاریخی تجزیہ مورخین کی نظر میں

قبل ازیں روایات و آیات کی روشنی میں چند چیزیں درج کی ہیں اب اس کے بعد تاریخی ادوار کے اعتبار سے ایک تجزیہ پیش کیا جاتا ہے۔ اس سے مسئلے کی تاریخی حیثیت سامنے آ جاتی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ مملکت کی نوعیت اس کے آئین کے اعتبار سے وجود میں آتی ہے اور اسی دستور پر اس کی نوعیت موقوف ہوتی ہے۔ یعنی افراد کے ذاتی افعال اور ذاتی کردار اس کی نوعیت پر اثر انداز نہیں ہوتے۔ مثلاً جمہوریت مخصوص اصول کا نام ہے۔ جب تک کہ حکومت کا آئین ان اصولوں کے تابع ہے اس وقت تک مملکت کو جمہوری ہی کہا جائے گا، خواہ اس مملکت کا صدر اپنی مقبولیت کی بنا پر اپنی رائے کی تنفیذ میں آزاد ہو جائے، بشرطیکہ آئین باقی رہے اور اس میں تبدیلی نہ ہونے پائے۔

اسی اصول کی روشنی میں مسئلہ ہذا بھی سمجھا جا سکتا ہے۔ یعنی خلافت بنی امیہ اور خلافت بنی عباس علیٰ فرق المراتب یہ سب خلافتیں ہی ہیں، ان کا دستور اور آئین اسلامی تھا اور ان میں اسلامی قانون ہی رائج رہا۔ (اگرچہ بعض ادوار میں اس قانون کی ترویج میں کمزوری پائی جاتی رہی) تاہم کتاب و سنت کو ہی آخری مرجع تسلیم کیا جاتا تھا۔ ان تمام خلافتوں کو ملوکیتیں قرار دینا ایک ادعا ہے جو بغیر دلیل کے ہے اور معترض کی کج روی پر مبنی ہے۔

دوسری یہ چیز قابل ذکر ہے کہ تاریخی ادوار کے اعتبار سے دیلمی، تاتاری، مغل وغیرہ بادشاہ مختلف ممالک

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پر جب حکمران ہوئے تو اس وقت سے خلافت سے ہٹ کر ملوکیت مسلمانوں میں درآمد ہوئی۔ دیلمی اور آل بویہ تو شیعہ اور رافضی تھے، انھوں نے دیدہ دانستہ اسلامی آئین وضوابط کو بدل ڈالا۔ تاتاری، مغل وغیرہ ذاتی طور پر تو مسلمان ہو گئے اور ان کی سلطنتیں قائم تھیں لیکن انھوں نے اسلامی آئین کی ترویج نہیں کی بلکہ انھوں نے اپنی سابق حکومتوں کے دستور جو چلے آ رہے تھے ان ہی کو قائم رکھا۔ ان طریقوں سے خلافت متروک ہو کر ملوکیت رونما ہوئی اور ایک مدت کے بعد شہنشاہیت کی یہ صورتیں سامنے آئیں۔

معترضین حضرات نے خلافت راشدہ کے دور کے متصلاً بعد ملوکیت و بادشاہت کا جو نقشہ خاص تدبیر سے قائم کیا ہے یہ ان کی کارکردگی تاریخی واقعات کے خلاف ہے اور اسلامی روایات کے ساتھ بھی اس چیز کی موافقت نہیں پائی جاتی جیسا کہ گزشتہ سطور میں وضاحت کر دی گئی ہے۔

اسلامی روایات اور تاریخی ادوار کے نشیب و فراز دونوں چیزیں ہم نے مسئلہ ہذا کے حق میں بلا کم و کاست ذکر کر دی ہیں۔ اہل فہم و فکر احباب بہ سہولت نتائج پر پہنچ سکیں گے اور ملوکیت کے متعلق غلط پروپیگنڈے سے متاثر نہیں ہوں گے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک اشتباہ پھر اس کا حل (برائے کراہت بعض قبائل)

بعض روایات میں یہ مضمون پایا جاتا ہے کہ نبی اقدس ﷺ بعض قبائل (بنی امیہ، بنی حنیف اور بنی ثقیف) کو مبغوض اور مکروہ جانتے تھے۔ یہ روایت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہے:

((عن ابی برزة الاسلمی رضی اللہ عنہ قال کان ابغض الاحیاء الی رسول الله ﷺ بنو امية، بنو حنيفة وثقيف))

اور بعض روایات میں اس طرح پایا جاتا ہے کہ نبی اقدس ﷺ کا انتقال ہوا درآں حالے کہ آپ ﷺ تین قبائل (بنو ثقیف، بنو حنیفہ اور بنو امیہ) کو مکروہ جانتے تھے۔ یہ روایت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے نقل کی جاتی ہے۔

((مات النبی ﷺ وهو يكره ثلاثة احياء ثقيف و بنی حنيفة و بنی امية))

اس نوع کی روایات کی روشنی میں معترض دوست یہ اعتراض قائم کرتے ہیں کہ قبیلہ بنو امیہ نبی اقدس ﷺ کے نزدیک بہت مبغوض تھا اور آنجناب ﷺ اس قبیلہ کو مکروہ جانتے تھے۔ اور کئی قسم کے دیگر اعتراضات ان روایات کی بنا پر مرتب کیے جاتے ہیں اور قبیلہ بنی امیہ سے نفرت اور تنفر قائم کرنے کے لیے ان روایات کو ذریعہ اور زینہ بنایا جاتا ہے۔

ازالہ اشتباہ

اس اشتباہ کے ازالہ کے لیے قبل ازیں ''مسئلہ اقربا نوازی'' میں ص ۲۹۲ سے ص ۲۹۹ تک ہم نے کلام کر دیا ہے لیکن پھر یہاں بھی اس اشتباہ کے ازالہ کے لیے چند امور بیان ہوں گے۔ سابقہ بحث کے علاوہ مزید چیزیں بھی یہاں اضافہ کی گئی ہیں۔

پہلے تو ان روایات کے متن کے متعلق چند چیزیں درج کی جاتی ہیں، اس کے بعد درایت کے اعتبار سے ان پر کلام کیا جائے گا۔

متن کے اعتبار سے

ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ کی روایت کے متعلق یہ بات قابل وضاحت ہے کہ مذکورہ متن حاکم نیساپوری کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ذریعے سے منقول ہے اور جب اسی روایت کو مسند احمد میں ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ کی روایات کے تحت دیکھا گیا تو یہ روایت وہاں منقول ہے لیکن مسند احمد کی روایت میں ''بنو امیہ'' کے الفاظ نہیں پائے جاتے بلکہ صرف بنو حنیفہ اور بنو ثقیف کا ذکر ہے۔

یہاں سے معلوم ہوا کہ اگر یہ روایت درست ہے تو اس کے متن میں ''بنو امیہ'' کے الفاظ ہی مفقود ہیں اور بعض راویوں کی طرف سے یہ الفاظ داخل کر دیے گئے ہیں۔ اور رواۃ کی طرف سے متن میں ادراج کا پایا جانا کوئی مستبعد امر نہیں جیسا کہ اہل علم کو معلوم ہے۔

مختصر یہ ہے کہ متن روایت میں رواۃ کی طرف سے ''بنو امیہ'' کے الفاظ اضافہ شدہ ہیں فلہٰذا ان الفاظ کی بنا پر معترض کا بنو امیہ پر اعتراض کرنا صحیح نہیں ہے اور ''بناء فاسد علی الفاسد'' کا نمونہ ہے۔

دیگر یہ چیز بھی یہاں قابل توجہ ہے کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم سے قبیلہ بنی ثقیف کے حق میں دعائیں بھی منقول ہیں چنانچہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نقل کرتے ہیں کہ جب بنی ثقیف کی تیر اندازی سے اہل اسلام تنگ ہوئے تو لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ثقیف پر بددعا فرمائیں، تو آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے بددعا کے بجائے فرمایا: اللھم اھد ثقیفا[1] یعنی اے اللہ! بنی ثقیف کو ہدایت نصیب فرما۔

امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس روایت کے متعلق لکھا ہے کہ ھذا حدیث حسن صحیح غریب۔

اس فرمان نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ والی روایت علی الاطلاق اپنے مفہوم پر قائم نہیں بلکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بنی ثقیف کی ہدایت کے طالب ہیں۔ اگر ان کا مبغوض ہونا علی الاطلاق رکھا جائے جیسا کہ معترض کا خیال ہے تو اس روایت کے ساتھ مفہوم میں بظاہر تعارض قائم ہوگا، اور محدثین کے قاعدہ کے مطابق تعارض سے توافق بہتر ہوتا ہے۔

اور دوسری روایت جو عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہے اس کے متعلق ذیل میں چند امور ذکر کیے جاتے ہیں۔

مسند امام احمد میں عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کے مسندات دیکھے گئے ہیں ان میں یہ روایت مفقود ہے۔ یہ روایت ترمذی شریف میں باسند پائی گئی ہے۔ امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ ھذا حدیث غریب لا نعرفہ الا من ھذا الوجہ یعنی یہ حدیث غریب ہے، اور اس ایک اسناد کے سوا اور کسی طریقے سے یہ روایت نہیں پائی جاتی۔ مختصر یہ ہے کہ یہ خبر واحد ہے متواتر و مشہور نہیں اور غریب ہے کسی دیگر طریقہ سے اس کی تائید نہیں دستیاب ہوئی۔

---

1. مسند امام احمد ص ۴۲۰ ج ۴ تحت مسندات ابی برزہ اسلمی (طبع اول مصر) تحت ابواب المناقب بعنوان فی ثقیف وفی بنی حنیفۃ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

درایت کے اعتبار سے

اگر بقول معترض قبیلہ ''بنو امیہ'' سردار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ میں مبغوض اور مکروہ تھا اور آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم اس قبیلہ کو قابل نفرت خیال فرماتے تھے تو مندرجہ ذیل نسبی اور غیر نسبی تعلقات بنوامیہ کے ساتھ کس طرح قائم ہوئے۔ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کے بنوامیہ سے تنفر کے باوجود درج ذیل روابط کا کوئی جواز نہیں ہوسکتا۔

نسبی تعلقات

ذیل میں چند ایک رشتہ داریاں ذکر کی جاتی ہیں:

- حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ (اموی) کے ساتھ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی دو صاحبزادیوں کا یکے بعد دیگرے نکاح مسلمات میں سے ہے۔
- حضرت ام حبیبہ بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہا (اموی) سردار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں تھیں اور انھیں ام المومنین ہونے کا شرف حاصل ہے۔
- حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے حقیقی برادر زادے عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہما کی دختر ام کلثوم کا نکاح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے فرزند ابان بن عثمان بن عفان (اموی) سے ہوا۔
- سیدنا امام حسین بن علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی سکینہ بنت حسین رحمہا اللہ کا نکاح حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پوتے زید بن عمرو بن عثمان اموی کے ساتھ ہوا۔
- سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی دختر فاطمہ بنت حسین ابن علی رحمہا اللہ کا نکاح حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پوتے عبداللہ بن عمرو بن عثمان (اموی) کے ساتھ ہوا۔

یہ تمام رشتہ داریاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے خاندان کی قبیلہ بنوامیہ کے ساتھ قائم تھیں اور یہ نسبی روابط ان دونوں قبائل میں موجود تھے۔ کوئی معترض اور معاند بھی ان کا انکار نہیں کرسکتا۔ فلہٰذا یہ روابط اس بات کا قوی قرینہ ہیں اور مضبوط شواہد ہیں کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم قبیلہ بنوامیہ کو مبغوض اور مکروہ نہیں جانتے تھے اور مندرجہ روایت میں جو ''بنوامیہ'' کے الفاظ پائے جاتے ہیں یہ رواۃ کے تصرفات میں سے ہیں۔

تنبیہ

ناظرین کرام پر واضح ہو کہ نسبی تعلقات (بنی ہاشم و بنی امیہ) ہم نے قبل ازیں اپنی کتاب رُحَمَاءُ بَیْنَهُمْ حصہ سوم کے باب اول میں اور بعدہٗ کتاب ''مسئلہ اقربا نوازی'' میں تذکرہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے تحت ص ۱۲۶ سے لے کر ۱۳۰ تک اور ''مروان بن حکم'' کے تذکرہ میں ص ۲۹۴-۲۹۵ پر مفصلاً ذکر کیے ہیں اور کتابی حوالہ جات ان کے وہاں نقل کر دیے ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

غیر نسبی تعلقات

اسی طرح بنی امیہ کو نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم نے کئی اہم مناصب تفویض فرمائے۔ ان میں سے بعض کا ذکر ذیل میں کیا جاتا ہے:

عہد نبوت میں اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے دور میں اموی حضرات کو بڑے بڑے اعزاز بخشے گئے اور اسلام کے اہم کاموں میں ان کو شامل اور دخیل رکھا گیا، مثلاً:

- حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ (اموی) کو کاتب وحی بنایا گیا اور کئی مواضع اور مواقع میں ان کو امیر مقرر کیا گیا۔
- حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ (اموی) کو کاتبان وحی اور غیر وحی میں شامل کیا گیا اور عہد نبوی میں کئی امور کا والی بنایا گیا۔
- اسی طرح ابوسفیان بن حرب رضی اللہ عنہ (اموی) کو کئی اعزاز آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے عنایت فرمائے اور نجران کے علاقے پر عامل مقرر فرمایا۔
- حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے برادر یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کو صدیقی اور فاروقی دور میں فتوح شام کے لیے افواج پر والی اور امیر بنا کر روانہ کیا گیا۔
- اسی طرح عتاب بن اَسید رضی اللہ عنہ (اموی) کو فتح مکہ کے بعد مکہ مکرمہ پر والی اور حاکم مقرر فرمایا گیا۔
- نیز خالد بن سعید بن عاص رضی اللہ عنہ (اموی) کو عہد نبوی میں بنی مذحج کے صدقات پر اور صنعا و یمن پر عامل و حاکم بنایا گیا۔
- ابان بن سعید بن عاص رضی اللہ عنہ (اموی) کو عہد نبوی میں بحرین کا حاکم مقرر فرمایا گیا۔
- عمرو بن سعید بن عاص رضی اللہ عنہ (اموی) کو عہد نبوی میں تیماء و خیبر و قریٰ و عرینہ پر حاکم بنایا گیا۔

نیز اسی طرح قبیلہ بنی ثقیف کے بعض افراد کو خلافت فاروقی میں بعض اہم مناصب عطا فرمائے گئے۔

چنانچہ مورخین نے لکھا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ارض عمان اور بحرین کا والی عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ کو بنایا۔ اور اسی طرح بحرین کی طرف عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ کے بھائی حکم بن ابی العاص رضی اللہ عنہ کو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے روانہ فرمایا تھا۔

((وفی هذه السنة (۱۵ھ) ولی عمر رضی اللہ عنہ عثمان بن ابی العاص ارض عمان والبحرین فسار الی عمان ووجه اخاه الحكم بن ابی العاص الی البحرین))[1]

---

[1] تاریخ خلیفہ ابن خیاط ص ۶۱-۶۲ ج ۱ تسمیة عماله صلی اللہ علیہ وسلم
منہاج السنة (ابن تیمیہ) ص ۱۷۵، ۱۷۶ ج ۳
المنتقیٰ (ذہبی) ص ۳۸۲، ۳۸۳

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ ۱۵ھ کا واقعہ ہے اور یہ دونوں بھائی بنو ثقیف سے ہیں۔

یہاں سے معلوم ہوا کہ قبیلہ بنی ثقیف کے افراد کو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اسلامی خدمات کے لیے اہم مناصب عطا فرمائے اور ان کو دینی امور میں شمولیت کا موقع عنایت فرمایا۔ یہ چیز بھی اس بات کا قرینہ ہے کہ قبیلہ بنی ثقیف علی الاطلاق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک مبغوض و مکروہ نہیں تھا۔ بلکہ اگر روایت بالا صحیح ہے تو اس سے قبیلہ کے بعض افراد مراد ہیں۔

حاصل یہ ہے کہ سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ میں جو قبیلہ مکروہ، مبغوض اور قابل نفرت ہو اس کے افراد کو یہ عزت و تکریم کے مواقع کس طرح مہیا کیے گئے؟ اور عہد نبوی و صدیقی و فاروقی میں ان لوگوں پر اعتماد کرتے ہوئے اہم مناصب کی ذمہ داریاں انھیں کیسے سپرد کی گئیں؟ غور و خوض کا مقام ہے۔

ایک قاعدہ

اس فن کے علماء کے نزدیک قاعدہ یہ ہے کہ جو روایت واقعات کے برخلاف پائی جائے اور حقائق واقعیہ اس کی تکذیب کرتے ہوں تو وہ روایت قابل قبول نہیں ہوتی۔ چنانچہ قاعدہ ہذا کو اکابر علماء نے بعبارت ذیل درج کیا ہے۔ یعنی روایت کے بے اصل ہونے کے قواعد بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

((ومنها قرينة فى المروى كمخالفة لمقتضى العقل بحيث لا يقبل التاويل، ويلتحق به ما يدفعه الحسن والمشاهدة او العادة وكمافاته لدلالة الكتاب القطعية او السنة المتواترة او الاجماع القطعية))[1]

اور یہاں بعض علماء نے یہ بات بھی ذکر کی ہے کہ

((ما احسن قول القائل: اذا رأيت الحديث يباين المعقول او يخالف المنقول او يناقض الاصول فاعلم انه موضوع))[2]

علی سبیل التنزل

اگر بالفرض تسلیم کر لیا جائے کہ مندرجہ بالا روایات درست ہیں اور آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے ان قبائل کو مکروہ جانا اور ناپسند فرمایا تو اس کا مطلب اور مفہوم یہ نہیں ہے کہ ان قبائل کا ہر فرد اور ہر شخص مکروہ اور ناپسند ہے بلکہ بعض شخصیات کی وجہ سے شاید ان کو مکروہ اور ناپسند قرار دیا گیا۔

اسی طرح کسی شہر یا مقام کو بعض اوقات ناپسند فرمایا گیا تو وہاں بھی اس کے ہر فرد بشر اور ہر چیز کو مکروہ جاننا مقصود نہیں ہوتا بلکہ بعض وجوہ کے اعتبار سے فرمان صادر ہوتا ہے۔

---

1. تنزیہ الشریعہ (ابن عراق) ص ۶ تحت مقدمۃ الکتاب
تدریب الراوی (سیوطی) ص ۱۸۹ تحت نوع ۲۱
2. تدریب الراوی ص ۱۸۰ تحت نوع (۲۱)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قصاص دم عثمانؓ کے متعلق شبہ پھر اس کا ازالہ

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر ایک اعتراض مخالفین کی طرف سے یہ کیا جاتا ہے کہ قصاص دم عثمانؓ کے مطالبہ کا حق حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو حاصل نہیں تھا بلکہ یہ حق حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی اقرب اولاد کا تھا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے شرعی قاعدے کا خلاف کرتے ہوئے قصاص کا مطالبہ خود کر دیا۔ گویا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا یہ اقدام ضابطہ کے اعتبار سے صحیح نہیں تھا۔

ازالہ

اس اشتباہ کے رفع کرنے کے لیے ذیل میں چند چیزیں ذکر کی جاتی ہیں، ان کو بغور ملاحظہ فرمائیں اس سے اشتباہ رفع ہو جائے گا:

① پہلے یہ چیز یہاں ذکر کی جاتی ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ رشتہ داری کا تعلق کس قدر قریب تھا، اس کے بعد دیگر اشیاء ذکر ہوں گی۔

حضرت امیر معاویہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کا نسب اس طرح ہے کہ عثمانؓ بن عفان بن ابی العاص بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف اور معاویہؓ بن ابی سفیان بن حرب بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف۔ یعنی حضرت عثمان اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کی تیسری پشت ایک ہے اور جد اعلیٰ دونوں کے مشترک دادا ہیں۔

نیز واضح ہو کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی دختر جس کا نام رملہ بنت معاویہ ہے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے فرزند عمرو بن عثمان کے نکاح میں تھیں۔ یعنی عمرو بن عثمان رحمہ اللہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے داماد تھے۔ اور رشتہ داری کا یہ تعلق علمائے تاریخ و انساب نے بڑی صراحت کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

چنانچہ ابن عساکر رحمہ اللہ نے اپنی مشہور تاریخ میں ”تراجم النساء“ کی جلد میں ذکر کیا ہے:

((رملة بنت معاوية بن ابی سفيان صخر بن حرب بن امية بن عبد الشمس الاموية زوج عمرو بن عثمان بن عفان و كانت دارها بدمشق فی عقبة السمك فی طرف زقاق الرمان))[1]

---

[1] تاریخ ابن عساکر، جلد تراجم النساء تحت رملہ بنت معاویہ، طبع دمشق

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۲) دوسری یہ چیز بڑی اہم ہے کہ قصاص کے مطالبہ کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنی طرف سے نہیں کھڑا کیا تھا بلکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی اولاد کی طرف سے یہ مسئلہ ان کے سپرد کیا گیا تھا، اور یہ چیز مورخین نے ذکر کی ہے۔

چنانچہ جب جناب ابومسلم خولانی رحمہ اللہ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاں اس مسئلے پر گفتگو کرنے کے لیے پہنچے ہیں تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس وقت مسئلے کی وضاحت کر دی تھی اور فرمایا تھا کہ

((انا ابن عمه وانا اطلب بدمه وامره الی))[1]

''یعنی میں مقتول خلیفہ کے چچا کا بیٹا ہوں اور یہ معاملہ والیوں کی طرف سے میرے سپرد کیا گیا ہے۔ اس بنا پر مقتول خلیفہ کے خون کے قصاص کا مطالبہ کرتا ہوں۔''

ان تصریحات کی روشنی میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا یہ مطالبہ ازروئے ضابطہ درست ہے اور صحیح اقدام ہے۔

اور شیعہ کے کبار علماء نے بھی مطالبہ ہذا کے مسئلے کو بڑی وضاحت کے ساتھ اس طرح ذکر کیا ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے قصاص کا جب یہ مطالبہ اٹھایا تھا تو اس وقت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے فرزند ابان بن عثمان اور دیگر فرزند بھی ساتھ تھے۔

چنانچہ شیعہ کے ایک مشہور راوی سلیم بن قیس ہلالی شیعی ذکر کرتے ہیں کہ

((ان معاوية يطلب بدم عثمان ومعه ابان بن عثمان وولد عثمان حتى استمالوا اهل الشام واجتمعت كلمتهم))[2]

''مطلب یہ ہے کہ دم عثمان کے قصاص کے مطالبے میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ابان بن عثمان اور دیگر فرزندان عثمان شامل تھے۔''

مقصد یہ ہے کہ مطالبہ ہذا کے معاملے میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ متفرد اور تنہا نہیں تھے بلکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی اولاد ان کے ساتھ تھی۔ تو معلوم ہوا کہ شرعی قواعد اور ضوابط کے اعتبار سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا یہ اقدام درست تھا اور اس میں ضابطہ اسلامی کی رو سے کوئی سقم نہیں تھا۔

عام معاشرہ کا قاعدہ بھی یہی ہے کہ قبیلہ میں سے جو شخص مسائل کو سلجھانے کی اہلیت رکھتا ہو اور معاملات کو احسن طریقے سے حل کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو قبیلہ کے لوگ اپنے انفرادی یا اجتماعی معاملات

---

[1] البدایہ (ابن کثیر) ص ۱۲۹ ج ۸ تحت ترجمہ معاویہ رضی اللہ عنہ

[2] کتاب سلیم بن قیس الکوفی الہلالی العامری ص ۱۵۳، مطبوعہ نجف اشرف تحت بث معاویہ قراء الشام وقضاتہم۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کی تحویل میں دے دیتے ہیں اور ان معاملات کی تمام تر ذمہ داری اس کے حوالے کر دی جاتی ہے۔

اس معاشرتی طرز عمل اور طریق کار کے تحت حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی اولاد نے قصاص کا مطالبہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دیا تھا اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس مسئلے کو اپنی ذمہ داری کی بنا پر اٹھایا، اور فریق مقابل کے سامنے (یہ مطالبہ) پیش کیا۔

مندرجات بالا کی روشنی میں طاعنین کا یہ اعتراض کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو قصاص دم عثمان رضی اللہ عنہ کے مطالبے کا حق حاصل نہیں تھا اور انھوں نے ایک شرعی قاعدے کی خلاف ورزی کی ہے بالکل بے جا ہے۔

نیز اس اعتراض کا جواب ''سیرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ'' کے مباحث صفین کے تحت قبل ازیں درج کر دیا گیا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بعض روایات میں ایک شنیع اطلاق

اس سلسلے میں ذیل میں ایک روایت درج کی جاتی ہے اس کے بعد اس کا جواب پیش کیا جائے گا:

((فان قال قائل فقد روی عن ابن عباس خلاف هذا فذکر ما حدثنا محمد بن عبدالله بن میمون البغدادی قال ثنا الولید بن مسلم عن الاوزاعی عن عطاء قال قال رجل ابن عباس هل لك فی معاویة اوتر بواحدة وهو یرید ان یعیب معاویة فقال ابن عباس اصاب معاویة قیل له قد روی عن ابن عباس فی فعل معاویة هذا ما یدل علی انکاره ایاه علیه))

((وذالك ان ابا غسان مالك بن یحیی الهمدانی حدثنا قال ثنا عبدالوهاب عن عطاء قال انا عمران بن حدیر عن عکرمة انه قال کنت مع ابن عباس عند معاویة نتحدث حتی ذهب هزیع (هزیع من اللیل ای طائفة من اللیل) من اللیل فقام معاویة فرکع رکعة واحدة فقال ابن عباس رضی اللہ عنہما من این تری اخذها الحمار))

((حدثنا ابوبکرة قال ثنا عثمان بن عمر قال ثنا عمران فذکر باسناده مثله الا انه لم یقل الحمار۔

وقد یجوز ان یکون قول ابن عباس رضی اللہ عنہما "اصاب معاویة" علی التقیة له ای اصاب فی شیء اخر لانه کان فی ذمته ولا یجوز علیه عندنا ان یکون ما خالف فعل رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم الذی قد علمه عنده صوابا وقد روی عن ابن عباس فی الوتر انه ثلاث))

شاذ روایت ہذا کا جواب

بطور معذرت عرض ہے کہ یہ بحث اہل علم کے مناسب ہے، عام ناظرین محسوس نہ فرمائیں۔ اسی بنا پر عبارات کے تراجم عموماً پیش نہیں کیے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولف نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ایک رکعت نماز وتر ادا کرنے پر ابتداءً حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ان کی تصویب و تائید ذکر کی ہے جو بالفاظ ذیل درج ہے:

((فقال ابن عباس رضی اللہ عنہما: اصاب معاوية))

اس کے بعد مولف نے قول مذکور کی تزییف کرنے کے لیے تمام کلام کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ

① ابن عباس رضی اللہ عنہما سے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں ایک دوسرا کلام منقول ہے یعنی فقال ابن عباس من این تری اخذها الحمار

اگرچہ اس روایت کے ایک دوسرے طریق میں لفظ ''الحمار'' مفقود ہے، گویا یہ لفظ اس جملے کا جز نہ تھا۔ اس کلام کو مولف نے مذکورہ بالا جملے کو رد کرنے کے لیے پیش کیا ہے۔ اس بات کی موجودگی میں "اصاب معاویہ" کا قول کس طرح درست ہو سکتا ہے؟

② دوسری چیز یہ ہے کہ "اصاب معاویہ" کا قول علیٰ سبیل ''التقیہ'' ابن عباس رضی اللہ عنہما سے صادر ہوا۔ اس وجہ سے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما ان کے دور خلافت میں تھے (یعنی ان کا خلاف نہیں کر سکتے تھے)۔

درجہ جواب

یہ دونوں اعتراض اپنے مقام پر درست نہیں اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کا سابقہ قول "اصاب معاویہ" بالکل درست ہے اور اس کے متعارض جو روایت لائی گئی ہے اگر وہ واقعی متعارض ہے تو وہ یقیناً صحیح نہیں۔ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما پر ''تقیہ'' کا الزام لگانا سراسر ناانصافی ہے۔ وہ تقیہ کے قائل ہرگز نہ تھے اور یہ واقعات کے برخلاف ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے علمی وقار اور وثاقت دینی کے متضاد ہے۔

قرائن و شواہد

اب اس چیز پر مندرجہ ذیل قرائن ذکر کیے جاتے ہیں کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے فعل (اوتر برکعة واحدة) کی تصویب کی ہے۔ یہ بالکل صحیح ہے اور دیگر کئی روایات اور واقعات سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ یعنی ابن عباس رضی اللہ عنہ نے ان کی تغلیط و تردید نہیں کی تھی کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو سخت اور درشت الفاظ کہتے۔ آیندہ مندرجات پر نظر فرمائیں، تسلی ہو جائے گی:

① حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے ساتھ صلح و مصالحت کے بعد امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی تھی۔ یہ بیعت مجبوری سے نہیں بلکہ رضامندی سے تھی اور بیعت کے لائق شخصیت سے کی تھی۔ (یہ چیز مسلمات میں سے ہے، اس پر کسی حوالہ کی حاجت نہیں ہے)۔

② ((ان کریبا مولی ابن عباس اخبره انه رای ابن عباس یصلی فی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

المقصورة مع معاوية))[1]

''یعنی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ مقصورہ میں نمازیں مل کر ادا کرتے تھے۔''

یہ چیز باہم ارتباط اور عدم انقباض کی دلیل ہے۔

③ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے سامنے جب مسئلہ وتر میں عدد رکعت کی بحث ہوئی اور اس ضمن میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا ذکر آیا تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ

۱۔ ((دعه فانه قد صحب النبی ﷺ)) [2]

۲۔ ((لیس احد منا اعلم من معاویة)) [3]

۳۔ ((قال ابن عباس رضی اللہ عنہما اصاب (معاویة) انه فقیه)) [4]

''یعنی یہ کوئی تعجب کی چیز نہیں، وہ صاحب اجتہاد اور فقیہ ہیں، ان کے لیے اجتہاد اور قیاس کا حق حاصل ہے۔''

④ ((عن عطاء (بن ابی رباح) اتی رجل (کریب مولی ابن عباس) الی ابن عباس رضی اللہ عنہما فقال هل لك فی معاویة یوتر برکعة؟ یرید ان یعیبه فقال ابن عباس رضی اللہ عنہما اصاب معاویة)) [5]

⑤ ((واخرج (المروزی) من طریق علی بن عبدالله بن عباس قال بت مع

---

۱ کتاب مسئلہ اقربا نوازی ص ۱۳۹-۱۴۰ بحوالہ مصنف عبدالرزاق ص ۴۱۴ ج ۲ باب الصلوٰۃ فی المقصورہ، تصنیف محمد نافع عفاء اللہ عنہ

۲ بخاری شریف ص ۵۳۱ ج ۱ باب ذکر معاویہ رضی اللہ عنہ

۳ السنن الکبریٰ (بیہقی) ص ۲۶ ج ۳ باب الوتر
تاریخ ابن عساکر مخطوطہ ص ۲۶۷ ج ۱۶ تحت ترجمہ معاویہ رضی اللہ عنہ
تاریخ ابن عساکر مخطوطہ ص ۲۶۳ ج ۱۱ تحت ترجمہ عکرمہ مولیٰ ابن عباس رضی اللہ عنہما

۴ کتاب مسئلہ اقربا نوازی ص ۱۳۸ بحوالہ بخاری شریف ص ۵۳۱ ج ۱ باب ذکر معاویہ رضی اللہ عنہ
جامع الاصول (ابن اثیر) ص ۳۵ ج ۷ ابواب المناقب تحت فی عدد الوتر
مشکوٰۃ شریف ص ۱۱۲-۱۱۳، الفصل الثالث باب الوتر
مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ص ۱۷۴ ج ۳ تحت باب الوتر الفصل الثالث۔

۵ مختصر قیام اللیل وقیام رمضان وکتاب الوتر (محمد بن نصر المروزی) ص ۲۰۳ تحت باب وتر النبی ﷺ برکعۃ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابی عند معاویة فرأیته اوتر برکعة فذکرت ذالك لابی فقال یبنی هو اعلم))[1]

تنبیہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی زبانی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی توثیق ہذا یہ تمام البدایہ والنہایہ لابن کثیر ص۱۲۲-۱۲۳ تحت احوال معاویہ مذکور ہے اور ابن کثیر رحمہ اللہ نے عمدہ بحث درج کی ہے (یعنی تائید میں ہے نقد کے طور پر نہیں ہے)۔

⑥((وفی رواته قال ابن ابی ملیکة اوتر معاویة بعد العشاء برکعة وعنده مولی ابن عباس فاتی ابن عباس رضی اللہ عنہما فاخبره فقال دعه فانه قد صحب النبی صلی اللہ علیہ وسلم)) (رواہ البخاری)[2]

⑤ مسند امام احمد میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت (قصر شعر بمشقص) کے متعلق منقول ہے کہ عطاء (شاگرد ابن عباس رضی اللہ عنہما) نے کہا کہ یہ روایت تو صرف امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ

((ما کان معاویة علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم متهما))[3]

تنبیہ

یہ وہ صحیح روایات اور اقوال ابن عباسؓ ہیں جنھیں محدثین اور مورخین نے اپنی صحیح اسانید کے ساتھ اس مقام پر نقل کیا ہے۔ ان کے مقابل میں مولف کی روایات شاذ ہوں گی اور قابل اعتنا نہ ہوں گی۔ نیز ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں ج ۱۶ ص ۱۷۱ پر ترجمہ معاویہ کے تحت اس مقام پر اپنے اسانید کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں متعدد اقوال درج کیے ہیں جن میں سے کسی ایک مقام پر بھی ''الحمار'' کا لفظ ذکر نہیں کیا بلکہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں ''وثاقت'' کے کلمات ذکر کیے ہیں۔ معلوم ہوا کہ اصل روایت میں یہ شدید لفظ منقول نہیں، بعد میں راوی نے اپنی جانب سے روایت میں اضافہ کر دیا ہے۔

قواعد کا لحاظ

① مولف کی روایت جس میں بقول مولف حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ایک روایت کے مطابق ''الحمار'' سے تعبیر کیا ہے اس روایت کا کوئی متابع نہیں ملتا۔ اور جس روایت کا کوئی متابع نہ

---

1. فتح الباری شرح بخاری ص ۸۳ ج ۷ تحت ابواب المناقب (ذکر معاویہ رضی اللہ عنہ)
2. مشکوۃ شریف ۱۱۳ باب الوتر الفصل الثالث (بحوالہ بخاری)
تاریخ ابن عساکر مخطوطہ ص ۲۶۷ ج ۱۶ تحت ترجمہ معاویہ رضی اللہ عنہ مختصر تاریخ ابن عساکر ص ۴۹ ج ۲۵ طبع دمشق تحت ترجمہ معاویہؓ
3. مسند امام احمد ص ۱۰۲ ج ۴ تحت حدیث معاویہ رضی اللہ عنہ مختصر تاریخ ابن عساکر ص ۵۰ ج ۲۵ طبع دمشق تحت ترجمہ معاویہؓ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مل سکے وہ اہل فن کے نزدیک مقبول نہیں ہوتی۔ مختصر یہ ہے کہ ان الفاظ کے ساتھ اس روایت کے نقل کرنے میں عکرمہ (مولیٰ ابن عباس) کا کوئی متابع نہیں پایا گیا۔

(۲) دوسری بات یہ ہے کہ ''الحمار'' والی روایت باقی ان تمام روایات معروفہ مذکورہ بالا کے برخلاف پائی گئی ہے جو بالکل صحیح ہیں اور محدثین کے نزدیک معروف ومقبول ہیں (جیسا کہ ہم اس کی چند ایک مثالیں معتبر مآخذ سے نقل کر چکے ہیں)۔ اس صورت میں ''الحمار'' والی روایت منکر یا شاذ قرار پائے گی۔ فلہٰذا معروف روایات کو لیا جائے گا اور منکر یا شاذ روایت کو ترک کر دیا جائے گا۔

(۳) دیگر قاعدہ یہ ہے کہ

((واذا اختلف کلام امام فیؤخذ ما یوافق الادلة الظاهرة ویعرض عن ما خالفها))[1]

اس قاعدہ کے اعتبار سے بھی ابن عباس رضی اللہ عنہما کا وہ کلام قبول کیا جائے گا جو ظاہر دلائل کے موافق ہے اور جو اس کے خلاف ہے وہ غیر مقبول اور متروک ہوگا۔

مندرجات بالا کے ذریعے سے صاف طور پر ثابت ہوا کہ نقل اور قواعد دونوں کے اعتبار سے ''الحمار'' والی روایت حسب مراد معترض درست نہیں ہے۔ مولف کی علمی عظمت بے شک بڑی ہے مگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مقام ومرتبہ ان سے بدرجہا رفیع اور بالاتر ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ عقل نہیں تسلیم کرتی کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ''الحمار'' سے تعبیر کیا ہو۔ مسئلہ میں اختلاف رائے کا ہونا کوئی مستبعد امر نہیں لیکن اس کے لیے بھی اخلاقی حدود ہوتے ہیں۔ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں اجتہادی اختلاف موجود ہے، اور یہ کوئی قبیح چیز نہیں۔ ایک رکعت وتر کے متعلق بعض دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی قائل ہیں مثلاً حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ وغیرہ۔ صحیح روایات میں ایک رکعت وتر کا منقول ہونا بھی مرفوعاً موجود ہے، مثلاً:

(۱) ((عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الوتر رکعة من آخر اللیل)) (رواہ مسلم)[2]

(۲) ((عن ایوب قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الوتر حق علی کل مسلم فمن احب ان یوتر بخمس فلیفعل ومن احب ان یوتر بثلاث فلیفعل ومن احب ان یوتر بواحدة فلیفعل)) (رواہ ابوداود والنسائی وابن ماجہ)[3]

---

[1] الزواجر (ابن حجر مکی) ص ۲۸ تحت الکبیرة الاولی، بحث ایمان وکفر فرعون
فتاویٰ شامی (ابن عابدین) ص ۳۱۷ ج ۳ باب المرتد تحت قولہ توبہ الیاس مقبولة

[2] مشکوٰة شریف ص ۱۱۱ باب الوتر، الفصل الاول [3] مشکوٰة شریف ص ۱۱۲ باب الوتر، الفصل الثانی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مزید لطف یہ ہے کہ بعض روایات میں موجود ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما خود بھی ایک رکعت وتر کے قائل تھے۔ ان مندرجہ حالات میں وہ دوسرے صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو کیسے قبیح اور شنیع الفاظ سے تعبیر کر سکتے ہیں؟

ضروری تنبیہ (روایت کی سند پر کلام)

علمائے کبار نے عکرمہ (مولیٰ ابن عباس) کی کمال توثیق کے باوجود یہ بات تحریر کی ہے کہ بعض دفعہ عکرمہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی طرف غلط چیز کا انتساب کر دیتا تھا۔ عبداللہ بن عمر، علی بن عبداللہ بن عباس، سعید بن مسیب اور عطاء بن ابی رباح (شاگرد ابن عباسؓ) وغیرہ حضرات رضی اللہ عنہم نے تصریح کر دی ہے کہ بعض دفعہ عکرمہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما پر جھوٹ لگا تا تھا۔[1] اگر یہ بات موجود ہے تو پھر عکرمہ نے ہی یہ الفاظ روایت میں اگر ازدیاد کر دیے ہوں تو کیا اعتبار ہے؟

عکرمہ پر نقد

عکرمہ (مولیٰ ابن عباسؓ) پر نقد کے لیے مقامات ذیل ملاحظہ ہوں:

① الکامل ابن عدی ج ۵ ص ۱۹۰۵-۱۹۰۶۔ یہاں جرح و مدح دونوں دستیاب ہیں اور یہ چیز بھی مذکور ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما پر بعض دفعہ جھوٹ لگا تا تھا اور خارجیوں کی رائے رکھتا تھا۔

② تاریخ ابن عساکر مخطوطہ ج ۱۱ ص ۷۸۵ تحت ترجمہ عکرمہ مذکور

③ عقیلی کی عبارت ملاحظہ ہو:

((عن عبدالله بن الحارث قال دخلت على على بن عبدالله بن عباس فاذا عكرمة فى وثاق عند باب الحسن فقلت له الا تتقى الله؟ قال فان هذا الخبيث يكذب على ابى)) [2]

④ یعقوب بن عبداللہ بسوی کی عبارت

((ثنا ابراهيم بن سعد عن ابيه عن سعيد بن المسيب انه كان يقول لبرد مولاه يا برد! لا تكذب على كما كذب عكرمة على ابن عباس)) [3]

---

[1] تہذیب التہذیب ص ۲۶۷-۲۶۸ ج ۷ تحت عکرمہ (مولیٰ ابن عباسؓ) البربری ابوعبداللہ المدنی

[2] الضعفاء الکبیر ص ۳۷۴ ج ۳ تحت عکرمہ مولیٰ ابن عباسؓ

تہذیب التہذیب (ابن حجر) ص ۲۶۷-۲۶۸ تحت عکرمہ مذکور

المعارف (ابن قتیبہ) ص ۴۵۶ طبع چہارم قاہرہ تحت عکرمہ مذکور

[3] کتاب المعرفہ والتاریخ (ابو یوسف بسوی) ص ۵ ج ۲ تحت عکرمہ مولیٰ ابن عباسؓ

تہذیب التہذیب ص ۲۶۸ ج ۷ تحت عکرمہ مولیٰ ابن عباسؓ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

⑤ ابن عمر رضی اللہ عنہما کا قول

((قال ابو خلف الخزار عن يحيى البكاء سمعت ابن عمر رضي الله عنهما يقول لنافع اتق الله ويحك يا نافع! ولا تكذب على كما كذب عكرمة على ابن عباس))[1]

⑥ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے دیگر شاگرد عطاء رحمہ اللہ کا قول

((قلت لعطاء ان عكرمة يقول قال ابن عباس سبق الكتاب المسح على الخفين۔ فقال كذب عكرمة انى رأيت ابن عباس يمسح عليهما))[2]

⑦ طبقات ابن سعد میں درج ہے کہ

((وعجب الناس من اجتماعهما فى الموت واختلاف رأيهما عكرمة يظن انه يرى رأى الخوارج يكفر بالنظرة وكثير شيعى يؤمن بالرجعة))[3]

(یہاں ایک عکرمہ مولیٰ ابن عباس اور دوسرا کثیر عزۃ الشاعر ہے)

''مطلب یہ ہے کہ ۱۰۵ھ میں ایک ہی روز مدینہ شریف میں یہ دونوں صاحبان فوت ہوئے اور بعد نماز ظہر ایک ہی مقام پر ان کا جنازہ پڑھا گیا اور اختلاف نظریات ان کا اس طرح تھا......یعنی عکرمہ خارجی ذہن اور کثیر شیعی ذہن رکھتا تھا۔''

قدیم مورخ اور محدث یحییٰ بن معین نے عکرمہ کے متعلق مندرجہ ذیل کلام کیا ہے:

((قال يحيى: وبلغنا عن عكرمة انه كان لا يقول هذا (اى قول الخوارج) وهذا باطل))[4]

''یعنی ابن معین رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ عکرمہ رائے خوارج کا قول نہیں کرتا تھا۔ لیکن یہ چیز باطل ہے۔ وہ خوارج کی رائے رکھتا تھا۔''

((قال (مصعب بن عبدالله الزبيرى) كان عكرمة يرى رأى الخوارج فطلبه

← المعارف (ابن قتیبہ) ص ۴۳۸ طبع چہارم قاہرہ تحت ذکر سعید بن مسیب رحمہ اللہ
تاریخ ابن عساکر کامل (مخطوطہ) ص ۸۳ ج ۱۱ تحت عکرمہ مولیٰ ابن عباس

1. تہذیب التہذیب (ابن حجر) ص ۲۶۷ ج ۷ تحت عکرمہ مولیٰ ابن عباس رضی اللہ عنہما
2. الدرایہ فی تخریج احادیث الہدایہ (ابن حجر عسقلانی) ص ۷۶ ج ۱ طبع مصر تحت باب المسح علی الخفین۔
3. طبقات ابن سعد ص ۲۱۶ ج ۵ تحت عکرمہ مولیٰ ابن عباس آخر ترجمہ
تاریخ ابن عساکر کامل (مخطوطہ) ص ۹۱ ج ۱۱ تحت عکرمہ مولیٰ ابن عباسؓ
4. تاریخ یحییٰ بن معین (المتوفی ۲۳۳ھ) ص ۴۱۲ ج ۲ طبع مکہ مکرمہ
تاریخ یحییٰ بن معین ص ۱۰۶ ج ۳ روایت نمبر ۴۳۷ طبع مکہ مکرمہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بعض ولاة المدينة فتغيب عند داود بن الحصين حتى مات عنده قالوا وكان عكرمة كثير الحديث والعلم بحرا من البحور وليس يحتج بحديثه ويتكلم الناس فيه)) [1]

کئی علماء نے عکرمہ کے حق میں رائے خوارج کا ذکر کیا ہے۔ جب یہ بزرگ خارجی ہے تو پھر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف ہونا ایک کھلی بات ہے۔ خارجی جس طرح حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے خلاف ہیں اسی طرح وہ حضرت امیر معاویہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کے بھی خلاف ہیں۔ تو اس اعتبار سے بھی مسئلہ ہذا صاف ہو گیا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے ''الحمار'' نہیں فرمایا تھا بلکہ یہ شدید الفاظ عکرمہ اپنی طرف سے کہہ گیا ہے اور اس طرح کے قبیح الفاظ سے اس نے اپنا قلبی بغض ظاہر کیا ہے۔ عکرمہ کا حدیث پیغمبر میں ثقہ ہونا اور بات ہے اور آحاد امت کے بارے میں سیاسی اختلاف کی بنا پر اس قسم کی باتیں کہہ جانا دوسری بات ہے۔

حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے توثیق عکرمہ کے بعد لکھا ہے کہ

((كذبه مجاهد وابن سيرين ومالك...... قال احد كان يروى راى الخوارج الصفرية۔ وقال ابن المدائينى كان عكرمة يرى رأى نجدة الحرورى وقد وثقه جماعة واحتجوا به)) [2]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول کو تقیہ پر محمول کرنا

مولف کتاب کی طرف سے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے قول کو تقیہ پر محمول کرنا سراسر ناانصافی ہے اور واقعات کے برخلاف ہے۔

وجہ یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما مشہور و معروف کبار علمائے صحابہ میں سے ہیں۔ دین کے بارے میں صحابہ کے افعال و اقوال کسی مصلحت بنی پر محمول نہیں کیے جا سکتے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے تعلقات کتابوں میں مذکور ہیں۔ دیگر کبار ہاشمیوں کی طرح ان کی بھی آمد و رفت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاں برابر ہوتی تھی اور آپ ان سے وظائف بھی وصول کرتے تھے۔ مسائل شرعیہ میں باہمی گفتگو جاری رہتی تھی اور علمی مذاکرات بھی ہوتے رہتے تھے اور اپنی رائے کا برملا اظہار کرتے تھے۔ اس صورت حال میں اس بات کو کیسے تقیہ پر محمول کیا جا سکتا ہے؟

---

[1] طبقات ابن سعد ص ۲۱۶ ج ۵ آخر تذکرہ عکرمہ، طبع لیڈن
المعارف (ابن قتیبہ) ص ۴۵۷ طبع چہارم قاہرہ تحت عکرمہ مولی ابن عباس

[2] کتاب المعرفۃ الرواۃ المتکلم فیہم بما لا یوجب الرد (ذہبی) ص ۱۴۸، ۲۴۲ تحت عکرمہ طبع بیروت۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان چیزوں کو ہم نے کتاب ''مسئلہ اقربانوازی'' میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلقات کے تحت بقدر ضروریات باحوالہ ذکر کر دیا ہے۔ ان میں سے ایک چیز ص ۱۵۷ پر مذکور ہے کہ ایک شخص نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں کہا:

((واللہ لتستقیمن یا معاویۃ اولنقومنك فیقول بما ذا؟ فیقول بالخشب فیقول اذا نستقیم))[1]

''یعنی اللہ کی قسم (اے معاویہ) خود بخود ٹھیک رہیے ورنہ ہم آپ کو درست کریں گے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کس چیز کے ساتھ؟ اس نے کہا: لاٹھی کے ساتھ۔ اس پر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تو پھر ہم ٹھیک ہو جائیں گے۔''

یہ واقعات بتلاتے ہیں کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ان کی خدمت میں حق گوئی برابر جاری تھی اور حق بات کہنے میں کسی قسم کی رکاوٹ نہیں تھی اور وہ ہر تنقید کو کشادہ دلی سے برداشت کرتے تھے۔ فلہٰذا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے متعلق یہ کہنا کہ انھوں نے بنا بریں تقیہ اس طرح فرمایا ہوگا ہرگز صحیح نہیں ہے۔ اس رائے میں صاحب کتاب سے فروگزاشت ہوئی ہے یا پھر رواۃ کی طرف سے تصرف ہے جیسا کہ اوپر لکھا گیا۔ اللہ کریم معاف فرمائے۔

حاصل کلام

① روایت مذکورہ کا مختصراً جواب یہ ہے کہ اپنے خارجی نظریات کے تحت ''الحمار'' کے الفاظ نقل کرنے میں عکرمہ متفرد ہے اور یہ اس کی ایک شاذ روایت ہے۔

② نیز اس قول میں اس کا کوئی متابع نہیں پایا گیا۔ کیونکہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے اس مسئلے کو نقل کرنے والے ابن ابی ملیکہ، کریب (ابن عباس رضی اللہ عنہما کا غلام) اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کے فرزند علی بن عبداللہ بن عباس اور ایوب وغیرہ متعدد لوگ ہیں، اور یہ تمام حضرات وتر کا واقعہ ہذا نقل کرتے ہیں لیکن یہ شنیع الفاظ (جو عکرمہ نے یہاں نقل کیے ہیں) وہ کسی نے نہیں بیان کیے۔ فلہٰذا عکرمہ کے یہ الفاظ شاذ روایت کے درجے میں ہیں اور قابل قبول نہیں بلکہ لائق اجتناب ہیں۔ الثقة اذا شذ لا یقبل ما شذ فیه۔[2]

---

[1] کتاب المجتنی (ابن درید) ص ۴۱ تحت کلام معاویہ رضی اللہ عنہ
سیر اعلام النبلاء (ذہبی) ص ۱۰۲ ج ۳ تحت ترجمہ معاویہ رضی اللہ عنہ
تاریخ اسلام (ذہبی) ص ۳۲۲ ج ۳ تحت معاویہ رضی اللہ عنہ
تاریخ الخلفاء (سیوطی) ص ۱۳۶ طبع دہلی تحت ۴۱ھ حالات معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما

[2] مرقاۃ شرح مشکوۃ ص ۳۲۸ ج ۶ باب العدۃ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مختصر یہ ہے کہ روایت بالا کے پیش نظر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر عیب چینی کرنا روانہیں ہے۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مقام و مرتبہ کو ملحوظ رکھنا لازم ہے اور کسی راوی کی اس قسم کی شنیع تعبیر سے ان کا وقار مجروح نہیں ہو سکتا۔

آخر کلام

اگر کوئی شخص (جوفن ہذا کے قواعد سے ناواقف ہے) یہ اشتباہ پیدا کرنا چاہے کہ پھر تو عکرمہ کی تمام مرویات سے اعتماد اٹھ گیا اور اس کی وثاقت کا کوئی لحاظ نہ کیا گیا حالانکہ صحاح کی کتابوں میں اس کی مرویات موجود ہیں اور عند العلماء مقبول ہیں۔

تو اس اشتباہ کو رفع کرنے کے لیے وضاحت درج کی جاتی ہے کہ ایسے مواقع پر قاعدہ یہ ہے کہ جو روایت کتاب وسنت کے مضمون کے خلاف اور معروف روایات کے متضاد اور قواعد مسلمہ اور واقعات صحیحہ کے برعکس پائی جائے وہ اگرچہ ثقہ راوی سے منقول ہو اس کو قبول نہیں کیا جاتا اور اس کے ساتھ احتجاج کرنا درست نہیں ہوتا۔ وہ درجہ شاذ میں شمار کی جاتی ہے۔

پس یہاں بھی یہی قاعدہ ملحوظ رکھا جائے گا کہ عکرمہ کی وہ روایات جو مذکورہ بالا قواعد کے برخلاف ہوں گی وہ متروک ہیں اور جو روایات اس فن کے قواعد کے خلاف نہیں وہ قابل قبول ہیں اور لائق احتجاج ہیں۔ پس اس طریقہ سے اشتباہ مذکور مرتفع ہو گیا۔

بندہ نے اپنی ناقص رائے کے پیش نظر ''الحمار'' والی روایت کا جواب پیش کیا ہے۔ اگر علمائے کبار اس سے بہتر جواب بیان فرمائیں تو سبحان اللہ، وہ بہترین ہوگا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ظلم اور زیادتی کا طعن

بعض لوگوں کی طرف سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر دوسروں کی جائیداد غصب کرنے اور غیر کے حق میں تجاوز کرنے کا اعتراض قائم کیا جاتا ہے اور اس سلسلے میں مندرجہ ذیل روایت پیش کرتے ہیں کہ:

((محمد بن جعفر عن شعبة عن سعد بن ابراهيم انه سمع رجلا من بنی مخزوم عن عمه۔ ان معاوية اراد ان يأخذ ارضا لعبد الله بن عمرو يقال لهما الوهط فامر مواليه فلبسوا التهم وارادو القتال قال فاتيته فقلت ما ذا فقال انی سمعت رسول الله ﷺ يقول ما من مسلم يظلم بمظلمة فيقاتل فيقتل الا قتل شهيدا))

"یعنی حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما کے لیے اراضی کی ایک جائیداد طائف میں تھی جس کو الوہط کے نام سے یاد کیا جاتا تھا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس زمین کو اپنی تحویل میں لینے اور اپنے کارندوں کے ذریعے سے اس پر قبضہ کرنے کا ارادہ کیا۔ ان حالات میں عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما نے اس مسئلے میں مدافعت اور معارضہ کی تیاری کر لی اور اپنے خدام کو فرمایا کہ ہتھیار پہن لو اور قتال کے لیے تیار ہو جاؤ۔ تو روایت کرنے والا کہتا ہے کہ میں عبداللہ رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور پوچھا کہ کیا بات ہے اور ایسا کیوں کر رہے ہیں؟ انھوں نے جواب میں فرمایا کہ میں نے نبی اقدس ﷺ سے سنا ہے کہ جس مسلمان پر کوئی ظلم اور زیادتی ہونے لگے اس پر وہ قتال کرے اور اس صورت میں وہ قتل ہو جائے تو شہید ہو گا۔ مطلب یہ ہے کہ مخالف فریق ہم پر زیادتی کر رہا ہے اور دفاع میں ہمارا مارا جانا شہادت ہے۔"

الجواب

اس اعتراض کا جواب پیش کرنے کے لیے پہلے تو اس روایت کی سند و متن کے متعلق گفتگو کی جائے گی، اس کے بعد ایک دوسرے طریقے سے کلام ہو گا یعنی معاملات میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا کردار و اخلاق سامنے رکھنے سے مسئلہ صاف ہو سکے گا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سند کے اعتبار سے

یہ بات قابل توجہ ہے کہ یہ روایت بنومخزوم کے ایک شخص سے مروی ہے اور وہ اپنے چچا سے نقل کرتا ہے۔ یہ چچا بھتیجا دونوں مجہول الذات والصفات ہیں۔ فلہٰذا راوی کی جہالت کی وجہ سے یہ روایت قابل اعتنا نہیں۔

متن کے اعتبار سے

روایت کے متن میں غور کرنے سے یہ بات واضح ہو رہی ہے کہ اس موقع پر کوئی قتال واقع نہیں ہوا۔ یہاں صرف یہ مذکور ہے کہ جانبین نے اپنے اپنے فعل کا ارادہ کیا۔ اس میں یہ بیان نہیں ہے کہ ایک فریق نے دوسرے فریق کی اراضی غصب کر لی اور پھر دوسرے فریق نے اس پر قتال کیا۔ یہاں دونوں فریق کے ارادوں کا ذکر ہے۔ یہ کوئی قابل طعن بات نہیں ہے۔ آپس میں معاملات کی صورت میں کشیدگی اور تنازع کا پیش آنا معاشرے کے لوازمات میں سے ہے اس چیز پر کوئی اعتراض قائم کرنا صحیح نہیں۔

ایک نظیر

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا ایک دوسرا واقعہ ہم بطور نظیر پیش کرتے ہیں کہ آپ معاملات میں دوسرے کے حق میں زیادتی پسند نہیں کرتے تھے بلکہ پوری انصاف پسندی سے کام لیتے تھے۔ مورخین نے آپ کی حق و انصاف پسندی کا درج ذیل واقعہ ذکر کیا ہے اس کو ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی مدینہ منورہ میں کچھ اراضی تھی اور اس پر آپ کا غلام نضیر وکیل اور نگران تھا۔ اس اراضی سے ملحق حضرت زید بن خطاب رضی اللہ عنہ کے فرزند عبدالرحمٰن کی بھی اراضی تھی۔ نضیر نے عبدالرحمٰن کی اراضی کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی اراضی کے ساتھ منضم کرلیا اور کہا کہ یہ رقبہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا ہے اور عبدالرحمٰن نے کہا کہ میرے والد زید جنگ یمامہ میں شہید ہوگئے تھے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ قطعہ اراضی ہمارے لیے متعین کردیا تھا۔

ان دنوں مروان بن حکم حاکم مدینہ تھے۔ جب یہ معاملہ ان کے پاس پہنچا تو انھوں نے مصالحت کی کوشش کی مگر صلح نہ ہوسکی۔ چنانچہ عبدالرحمٰن بن زید حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاں شام چلے گئے۔ آپ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش ہوئے اور واقعہ بیان کیا کہ آپ کے وکیل مذکور نے اس طرح زمین میں تجاوز کر کے قبضہ کرلیا ہے، یہ زمین تو ہمیں خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے دی ہوئی تھی۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تم نے زمین بالکل ترک کردی اور بنجر بنا دی اور غیر آباد کردی۔ ہم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اذن سے پھر آباد کاری کی ہے، اس میں کھجور کے پودے لگائے ہیں وغیرہ وغیرہ، کافی اخراجات کیے ہیں۔ اب تم دعویٰ کرتے ہو۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

غرض تنازع قائم رہا۔ آخر کار فیصلہ ہوا کہ اس وقت کے قاضی فضالہ بن عبید انصاری رضی اللہ عنہ جو فیصلہ فرمائیں وہ منظور ہے۔ چنانچہ دونوں حضرات (عبدالرحمٰن بن زید اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ) قاضی فضالہ بن عبید انصاری کے پاس پہنچے۔ فریق اول عبدالرحمٰن کے پہلے بیان ہوئے، اس کے بعد امیر المومنین کے بیانات سنے گئے تو قاضی موصوف نے فیصلہ دیا کہ ((ان القول قول عبدالرحمن والحق معه فقضى به فقال معاوية نقبل ما قلت)) یعنی عبدالرحمٰن کا بیان معتبر اور قابل تسلیم ہے اور حق اسی کے ساتھ ہے پس قاضی نے ان کے حق میں فیصلہ دیا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جو کچھ آپ نے فیصلہ کیا ہے ہم اسے قبول کرتے ہیں لیکن جو مصارف ہم نے اس کی آبادکاری کے لیے کیے ہیں اور پودے وغیرہ لگائے ہیں ان کے لیے کیا حکم ہے؟ قاضی فضالہ انصاری نے فرمایا کہ درختوں اور آبادکاری کے مصارف اگر عبدالرحمٰن ادا کر دیں تو زمین کے ساتھ درختوں کے بھی مالک ہیں، اور یہ صورت اختیار نہ کریں تو زمین کی قیمت کی ضمان لے کر (یعنی زمین کی قیمت وصول کر کے) اپنا تنازع ختم کر دیں۔ ان حالات کے پیش نظر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جو آبادکاری ہو چکی ہے وہ بھی اور جو کچھ زمین انھوں نے لے لی ہے وہ بھی ہم ان کو صلہ رحمی کے طور پر دیتے ہیں۔ اور یہی چیز حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے وکیل نضیر کی طرف لکھ دی اور ان کا قرض ادا کر دیا اور ان کو شرف عطا میں شامل کر لیا اور فرمایا کہ اے بھتیجے! آپ اس کے حق دار ہیں، اور مزید کچھ مال دیا۔

((فتكلم عبدالرحمن بقوله الاول وتكلم معاوية بقوله الاول فرأى فضالة ان القول قول عبدالرحمن والحق معه فقضى به فقال معاوية نقبل ما قلت ارأيت ما غرست فيها قال يقول ذالك لك فان شاء ضمنك قيمة الارض فقال عبدالرحمن قد انصفت فقال معاوية فالغراس له وما مد اليه يده من ارضى فهو له صلة لرحمه، وكتب له بذالك الى وكيله وقضى دينه والحقه فى شرف العطاء قال انت مستحق لذالك يا ابن اخى الفاروق والشهيد واعطاه، مالا))[1]

مختصر یہ ہے کہ

① واقعہ ہذا سے معلوم ہوا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ حق پسند تھے، حق بات تسلیم کرتے تھے اور غیر کے حقوق میں تجاوز کرنے والے نہیں تھے فلہٰذا ان کے خلاف مندرجہ بالا اعتراض بے جا ہے۔

② نیز یہاں سے واضح ہوا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں عدلیہ آزاد تھی، حق بات کا فیصلہ آزاد رائے سے کرتے تھے اور عدالت احکام شرعی کی پابند تھی، خلیفہ کا ان کا پر کوئی دباؤ نہ تھا بلکہ خلیفہ وقت بوقت

[1] انساب الاشراف (بلاذری) ص ۱۱۱-۱۱۲ ج ۴ ق اول تحت ترجمہ معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ طبع یروشلم

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ